اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَاءُ ۔ عَسٰی اَن یَّبعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحمُودًا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

The ALFAZL QADIAN

الفضل

تار کا پتہ "الفضل" قادیان

حضرت مرزا احمد قادیانی

ہفتہ میں دوبار

قیمت پیشگی سالانہ عہ ششماہی للعہ سہ ماہی ع

زر ترسیل بنام محض منیجر "الفضل"

فی پرچہ ۱/

ایڈیٹر غلام نبی

قادیان

نمبر ۲۹ مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۲۸ء یوم سہ شنبہ مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ جلد ۱۶




# حضرت امام جماعت احمدیہ کا نہرو رپورٹ پر تفصیلی تبصرہ

## مسلمانوں کے مفاد سے متعلق نہایت ضروری امور کی تشریح

### ان اہم معاملات پر جامع بحث جن تک کسی اور کی نگاہ نہیں پہونچی

اس پرچہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کا نہرو رپورٹ کے متعلق تفصیلی مضمون صفحہ ۳ سے صفحہ ۔ا تک شائع ہو رہا ہے جس میں مسلمانوں کے سیاسی اور ملکی حقوق کے متعلق نہایت ضروری امور بیان کئے گئے ہیں۔ ہر ایک پڑھے لکھے مسلمان کا فرض ہے۔ کہ نہایت غور اور تدبر سے اس مضمون کا مطالعہ کرے۔ تاکہ اس وقت کے نہایت اہم مسئلہ کے متعلق صحیح نتیجہ پر پہنچ سکے۔ سیاسی معاملات میں حصہ لینے اور اپنی قوم کا درد رکھنے والے معزز مسلمانوں سے خاص طور پر اس مضمون کے پڑھنے کے لئے گذارش ہے ۔

ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ خیال کرے۔ کہ چونکہ ہندوستان کامل طور پر آزاد نہ ہوگا۔ ہم برطانوی حکومت سے اپیل کرکے اپنے حقوق لے لینگے۔ لیکن جو کچھ میں اوپر ڈومینین گورنمنٹ کے حقوق کے متعلق لکھ آیا ہوں۔ اس کو غور سے دیکھنے سے یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ صورت بھی ناممکن ہے۔ اول تو اس کہ یہاں سوال یہ نہیں۔ کہ ہندو ہمارے حقوق چھین لینگے۔ بلکہ سوال یہ ہے۔ کہ اس وقت بعض حقوق ہم اپنی مرضی سے چھوڑ رہے ہیں۔ اگر بعد میں ہمیں اپنی غلطی معلوم ہو۔ تو ان حقوق کو پھر تسلیم کرانے کا کیا ذریعہ ہے۔ اب یہ بات قانون سے واضح ہے۔ کہ گو برطانیہ نے رسمی طور پر ڈومینینز کے فیصلوں کو رد کرنے کا حق تو محفوظ رکھا ہے۔ لیکن یہ حق برطانیہ کو رسماً بھی حاصل نہیں۔ کہ وہ نئی بات ڈومینینز سے منوا دے پس قانوناً اس سوال میں برطانیہ کو بھی کوئی اختیار حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر برطانیہ کو کوئی حق حاصل بھی ہو۔ تو بھی کیا کوئی عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ برطانیہ ایسے معاملہ میں دخل دینا پسند کرے گا۔ میں برطانیہ پر حسن ظن رکھتا ہوں۔ مگر میں بھی جو اس پر حسن ظن رکھتا ہوں۔ ایک منٹ کے لئے خیال نہیں کر سکتا۔ کہ برطانیہ کسی دوسرے کے لئے اپنے قومی نقصان کو برداشت کر لیگا۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ڈومینین حکومت کا تعلق برطانوی حکومت سے صرف قلبی ہوتا ہے کوئی مادی طاقت اسے برطانوی حکومت سے وابستہ نہیں کرتی۔ اس کی فوجیں اپنی اس کی بحری طاقت اپنی اس کا نظام اپنا۔ ایک گورنر ہی ہے۔ جو برطانیہ سے آتا ہے۔ اور وہ بھی بے اختیار اور جب نو آبادیوں کو یہ حق بھی حاصل ہو۔ کہ جب وہ چاہیں۔ برطانیہ سے الگ ہو جائیں۔ تو کب ممکن ہو سکتا ہے کہ برطانیہ ایک قلیل التعداد جماعت کی خاطر ایک اتنی بڑی حکومت کو ناراض کر لے گا۔ جو اس کے تاج کا ہیرا کہلاتی ہے۔ برطانیہ کا انصاف اس وقت تک ہے۔ جب تک کہ اس کے قومی فوائد کو نقصان پہنچنے کا احتمال نہ ہو۔ تو وہ ایسے معاملہ کو اس کی اندرونی حقیقت کے لحاظ سے نہیں دیکھے گا۔ بلکہ شاہی مصالح کی نگاہ سے دیکھیگا۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قلیل التعداد جماعتوں کا ساتھ کوئی نہیں دیا کرتا۔ جب تک اپنا ذاتی فائدہ نہ ہو قلیل التعداد جماعتوں کو اپنے فوائد کی نگرانی خود ہی کرنی پڑتی ہے۔ میں اس امر کے متعلق کہ قلیل التعداد جماعتوں کو انصاف پانے میں نہایت دقت ہوتی ہے۔ اس شخص کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ جو اس وقت اس مسئلہ کا سب سے بڑا عالم ہے۔ میری مراد پروفیسر گلبرٹ مرے سے ہے۔ یہ صاحب جنگ عظیم کے بعد صلح کی کانفرنس میں برطانوی سفارت کے ساتھ بطور ماہر فن کے بھیجے گئے تھے اور اس کے بعد لیگ آف نیشنز کی تنظیم میں بھی انہوں نے کام کیا ہے۔ انہیں قلیل التعداد جماعتوں کے حقوق کا خاص خیال ہے۔ چنانچہ انہوں نے لیگ میں کئی مفید تجاویز ایسی پیش کی ہیں۔ جن میں قلیل التعداد جماعتوں کے حقوق کی حفاظت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ یہ صاحب دی پروٹکشن آف مائنارٹیز مصنفہ مس ایل۔ پی۔ میر ایم اے۔ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

"وہ غرض جو کونسل کا مقرر کیا گیا تھا۔ وہ اس عظیم الشان مجلس کی شریفانہ شرافت کو کسی قدر مرعوب کرنے والا ثابت ہوا ہے۔ مظلوم اقلیتوں کی حمایت کرنے کے یہ معنے ہیں کہ انسان اپنی ہر دلعزیزی کھو بیٹھے۔ اور کونسل کے کسی ممبر نے شکایتیں سننے یا بے انصافی کے دور کرنے میں کوئی غیر واجبی جستی نہیں دکھائی۔" دیباچہ صفحہ ۸۹

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قلیل التعداد جماعتوں کی اپیلیں بھی چنداں کارگر نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ان کی مدد کرنے کے معنے یہ ہوتے ہیں۔ کہ کثیر التعداد جماعتوں سے لڑا جائے۔ اور دوسر کی خاطر اس جھگڑے میں پڑنے کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ پس اس دروازہ کو بھی مسلمانوں کو بند ہی سمجھنا چاہیئے۔ کیا مسلمان نہیں دیکھتے۔ کہ جس وقت سے اصلاحات جاری ہوئی ہیں۔ انگریزوں میں سے اکثر حصہ روز بروز ہندوؤں کے ہاتھوں میں پڑتا جاتا ہے۔ انگریزی اخباروں کو پڑھ کر دیکھو۔ وہ باستثنائے چند سب کے سب ہندوؤں کی تائید میں ہیں۔ انگریز مدبّروں کی تقریریں پڑھو۔ وہ سب کے سب ہندوؤں کے نقطہ نگاہ کے مؤید ہیں۔ انگریز حکام کو دیکھو۔ وہ ہندو قوم کی پیٹھ پر ہاتھ دہرتے ہیں۔ آخر یہ کیا بات ہے۔ کیا مسلمان سمجھتے ہیں۔ کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ہندو حق پر ہیں۔ اور مسلمان ناراستی پر۔ اگر ان کا یہی خیال ہے تو وہ اپنی ناراستی کو کیوں نہیں چھوڑتے۔ اور کیوں سچائی کو اختیار نہیں کرتے۔ لیکن اگر یہ بات نہیں۔ تو انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ فوری تبدیلی اصلاحات کی وجہ سے ہے۔ چونکہ اس ملک میں نیابتی حکومت کی بنیاد ڈالدی گئی ہے۔ اس لئے انگریز بھی روز بروز ہندوؤں کی طرف جھک رہے ہیں۔ ان کے اندر وہی مقولہ تغیر پیدا کر رہا ہے۔ کہ ع:۔

یار غالب شو کہ تا غالب شوی

اور ابھی تو ابتدا ہے۔ جس وقت ہندوستان کو کامل نیابتی حکومت مل گئی۔ اور اسمبلی پر ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا۔ اس وقت تو انگریزوں کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوگا۔ کہ ہندوؤں کی خوشی اور رضا کو حاصل کریں۔ آئرلینڈ میں اپنے ہموطنوں اور ہم مذہبوں کے مقابلہ میں اگر جنوبی آئرلینڈ والوں کی بات کو انگریزوں نے تسلیم کر لیا تھا تو ہندوستانی مسلمانوں کا ساتھ خلاف مصالح ملکی کے وہ کب دینے لگے۔ پس مسلمانوں کو آج ہی ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ اور اپنے حقوق محفوظ کر لینے چاہیئیں۔ ورنہ جو کچھ وہ آج چھوڑیں گے۔ کل انہیں کسی صورت میں نہیں مل سکے گا۔ اور ان کے لئے دو ہی دروازے کھلے ہوں گے۔ یا اپنے مذہب کو خیرباد کہہ کر ہندوؤں سے جا ملنا اور یا پھر آہستہ آہستہ اپنی قوم کو تباہ اور برباد ہونے دینا۔ کیا ان دونوں طریقوں میں سے کسی کو بھی مسلمان پسند کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں۔ تو میں آج انہیں یہ کہہ کر اپنی ذمہ واری سے فارغ ہوتا ہوں۔ کہ اپنے حقوق لینے کا یہی وقت ہے اس وقت آپ نے غلطی کی۔ تو پھر آپ کا ٹھکانا کہیں نہ ہوگا۔ پس جلد بازی سے آزاد حکومت کی لالچ میں اپنی موجودہ آزادی کو بھی نہ کھو ڈالیں۔ اور ایک دوسرے سپین کا نظارہ پیدا نہ کریں کہ ہمارے رونے کے لئے پہلا سپین ہی کافی ہے ؎

میں یہ نہیں کہتا۔ کہ ہندوستان کی آزادی کے لئے کوشش نہ کرو۔ اب جبکہ انگلستان نے خود فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ ہندوستان کو نیابتی حکومت کا حق ہے۔ اس کے لئے جو جائز کوشش کی جائے۔ میں اس میں اپنے دوسرے بھائیوں کے شریک ہوں مگر جو چیز مجھ پر گراں ہے۔ اور میرے دل کو بٹھائے دیتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کئے بغیر آئندہ طرق حکومت پر راضی ہو جائیں۔ اس کے نتائج نہایت تلخ اور نہایت خطرناک نکلیں گے۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ جب تک کہ دونوں مسلم لیگز کی پیش کردہ تجاویز کو قبول نہ کر لیا جائے۔ اس وقت تک وہ کسی صورت میں بھی سمجھوتے پر راضی نہ ہوں۔ ورنہ جو خطرناک صورت پیدا ہوگی۔ اس کا تصور کر کے بھی دل کانپتا ہے ؎

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ نہرو کمیٹی کے مخالف جو مسلمان ہیں۔ خواہ مسلم لیگ کے ممبر ہوں۔ خواہ خلافت والے۔ خواہ دوسرے لوگ ان کے وہ مطالبات جو میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ اگر ان کی بنا پر فیصلہ ہو۔ تو پھر مسلمانوں کو فیصلہ کی تبدیلی کا خوف نہیں رہتا۔ کیونکہ اس صورت میں مسلمانوں کے حقوق محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور اگر بعد میں ان احتیاطوں کی ضرورت نہ رہے۔ تو قوانین کا تبدیل کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کے بدلنے میں مسلمانوں کا فائدہ نہیں بلکہ ہندوؤں کا فائدہ ہوگا۔ اور ہندو اس تبدیلی کی مخالفت نہیں کریں گے ؎

---

# نوکروں کے متعلق احتیاط کی ضرورت

ہندوستان میں آئے دن ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ کہ نوکر بسا اوقات اپنے آقاؤں کی مالی اور اخلاقی تباہی کا موجب ہونے کے علاوہ ان کی عزت و آبرو کی بربادی کا بھی باعث بن جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ایسی نظائر بھی ملتی ہیں کہ یہ غدار بعض اوقات نہایت سفاک قاتل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں حال ہی میں لاہور کے ایک معزز مسلمان انجینئر کا سیردہ سالہ معصوم بچہ ایک ایسے ہی نمک حرام اور پاجی نوکر کی شرارت سے نہایت بیدردی سے قتل کیا گیا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسے ملازمین کے متعلق احتیاط سے کام لیا جائے۔ اور کسی شخص کو جب تک اس کے چال چلن اور عادات و اطوار کی اچھی طرح چھان بین نہ کر لی جائے نوکر نہ رکھا جائے۔ پھر ان کی نگرانی سے غافل نہ ہو جانا چاہیئے اور خاص کر چھوٹے بچوں کو ان کے سپرد کرتے وقت بہت احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ جن کے عادات و اطوار کو وہ بگاڑ دیتے اور طرح طرح کے خطرات کا باعث بنتے ہیں ؎

ہماری جماعت کے لوگوں کو اس بارے میں اور بھی زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور دیندار ملازمین رکھنے چاہیئیں ؎

## پولیس میں تعلیم یافتہ نوجوان

محکمہ اطلاعات کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ پنجاب پولیس میں چند ایک اصلاحات کے نفاذ کیلئے پنجاب کونسل نے امسال ساڑھے نو لاکھ روپیہ منظور کیا ہے جس سے ملازمین پولیس کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائیگا۔ اگرچہ یہ اضافہ کوئی ایسا نہیں جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور شریف خاندان سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کو پولیس کی ملازمت شریفانہ طور پر کرنیکی پوری تحریص دلا سکے۔ لیکن پھر بھی امید ہے بہت کچھ مفید ثابت ہوگا اور تعلیم یافتہ نوجوان زیادہ تعداد میں بھرتی ہونے شروع ہو جائینگے۔ اس موقعہ پر یہ بھی کہہ دینا ضروری سمجھتے ہیں جبکہ محکمہ پولیس کیلئے اسقدر مزید مصارف کا بار ملک پر ڈالا گیا ہے تو اگر یہ محکمہ پہلے کی نسبت زیادہ مفید اور کارآمد نہ بنایا جاسکے تو نہایت ہی افسوس ہوگا۔ محکمہ پولیس کے چھوٹے سے لیکر بڑے افراد تک سب کو کوشش کرنی چاہئیے کہ اپنے محکمے کے متعلق مشہور روایات کو یکلخت بدلکر اپنا نیکنام بنانے کی کوشش کریں۔

## پنڈت نہرو اور سندھ کی علیحدگی

نہرو کمیٹی نے مسلمانوں کو فریب دینے کیلئے قرار دیا تھا۔ کہ "ضروری اور مناسب مالی تحقیقات کے بعد سندھ کو علیحدہ صوبہ بنا دیا جائیگا"

ان الفاظ میں جو چال چلی گئی تھی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا۔

"جو لوگ ہندوؤں کی چالوں اور گہری پالیسیوں سے واقف ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ "ضروری اور مناسب تحقیقات" کا جملہ اپنے اندر کس قدر وسیع مطالب رکھتا ہے اور وہ صرف اسی ایک جملہ میں اس تجویز کے انجام کی تصویر کو واضح طور پر پیش نظر کر سکتے ہیں" (الفضل ۳۱ راگست)

چنانچہ یہی ہوا۔ جو ہم نے سابقہ تجربات کی بنا پر قبل از وقت سمجھا تھا۔ بمبئی کونسل میں ایک مسلمان ممبر نے جب ریزولیوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا۔ کہ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر دیا جائے تو اس پر وہی پنڈت نہرو صاحب جو اپنی رپورٹ میں سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر دئے جانے کا مسلمانوں کو یقین دلا چکے ہیں۔ اعلان کرتے ہیں۔

"بمبئی کونسل کے ہندو مسلمان کانگریسی ممبروں سے میری درخواست ہے کہ وہ اس کی زبردست مخالفت کریں"

سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جب پنڈت نہرو ڈومینین سٹیٹس کے حصول سے قبل لکھنؤ کی آل پارٹیز کانفرنس کی قرارداد کے مطابق گورنمنٹ سے تعاون کا اعلان کر چکے ہیں۔ تو اسی کانفرنس کے فیصلہ علیحدگی سندھ کی مخالفت وہ کیوں کر رہے ہیں۔ وہ مسلمان لیڈر جو نہرو رپورٹ کی اس تجویز پر اعتماد کر کے اسے ہندوؤں کے خلوص پر محمول کرتے ہیں۔ پنڈت نہرو صاحب کے اس اعلان پر غور کریں۔ اگر واقعی ان کی نیت یہی ہے۔ اور وہ خلوص دل سے علیحدگی سندھ کے حامی ہیں۔ تو انہیں اس تجویز کی زبردست تائید خود بھی کرنی چاہئیے تھی۔ اور جملہ کانگریسی ممبروں کو اس کی پرزور تائید کرنے کی تلقین کرنی چاہئیے تھی۔ لیکن برعکس اس کے وہ اس کی زبردست مخالفت کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

## اشارات



اس وقت جبکہ آزادی کی دلدادہ اور مغربی فیشن پر فریفتہ نوجوان ہندوستانی عورتوں اور لڑکیوں کے لئے سر کے لمبے بال ناقابل برداشت بوجھ بن رہے ہیں۔ اور "ایک نیو فیشن" لڑکی اور ترشے ترشائے نوجوان میں امتیاز کرنا مشکل ہو رہا ہے امرتسر کی اس خبر پر کوئی تعجب نہ ہوگا۔ کہ چند سکھ نوجوانوں نے آنند کمیٹی کے ماتحت کیسوں کے خلاف پراپیگنڈا جاری کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم بغیر کیس رکھے بھی سکھ مذہب کے پیرو رہ سکتے ہیں"

سنا ہے ایسے نوجوانوں کی سخت مخالفت کی جا رہی ہے اور اعلان کیا گیا ہے۔ کہ "نئی تحریک کے ماتحت جن سکھوں نے اپنے کیس کٹوا دئے ہیں۔ ان کو چاہئیے کہ اپنے بال بڑھالیں ورنہ سکھ کہلائے جانے کے مستحق نہ ہونگے"

لیکن سوال یہ ہے کہ اگر سکھوں کی مقدس مذہبی کتاب آدہ گرنتھ میں یہ الفاظ موجود ہوں۔ کہ

"بھانویں لانبے کیس کر بھانویں گھر ڈمنڈا"

یعنی خواہ لمبے بال رکھو یا نہ رکھو۔ تو پھر سر کے بال منڈانے والے نوجوانوں کو سکھ کہلانے سے کون روک سکتا ہے۔

---

جہاں مختلف زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کرنا نہایت ضروری اور ثواب عظیم کا کام ہے۔ وہاں اس کام کو سرانجام دینے کیلئے علم عربی کی اعلیٰ قابلیت کے علاوہ روحانیت اور تقوے طہارت کی بھی ضرورت ہے۔ خود خدائے قدوس فرماتا ہے۔ لا یمسہ الا المطھرون اس وجہ سے یہ بات یقیناً حیرت اور استعجاب کا موجب ہوگی۔ کہ خواجہ حسن نظامی صاحب قرآن کریم کا ہندی ترجمہ عربی سے جاہل مطلق ہندوؤں سے کرا رہے ہیں۔ جو بعض اوقات نہایت ہی مضحکہ خیز غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مثلاً چند دن ہوئے خواجہ صاحب نے لکھا تھا۔ ہندی مترجم نے عیسیٰ ابن مریم کا ترجمہ عیسیٰ کا بیٹا مریم لکھا۔ اب ۲۸ ر ستمبر کے منادی میں لکھتے ہیں۔

"آج پھر ایک ہندو مترجم صاحب کی دلچسپ غلطی آئی تھی۔ قصہ حضرت عیسیٰ کا تھا۔ کہ جبرائیل نے حضرت مریم میں روح پھونک دی۔ مترجم نے پھونکنے کے لفظ کو جلانا پھونکنا سمجھا۔ اور ترجمہ کیا۔ کہ فرشتہ نے جیو آتما کو جلا دیا"

یہ غلطیاں جس قدر مترجم کی نادانی اور جہالت کی مظہر ہیں۔ اس سے زیادہ ترجمہ کی قدر و قیمت بتا رہی ہیں۔

---

ہم جناب خواجہ صاحب سے درخواست کرینگے کہ اگر اس ترجمہ کی غرض قرآن کریم کی روحانیت سے ہندی داں اصحاب کو واقف کرنا ہے تو یہ کام ایسے لوگوں کے سپرد کرنا چاہئیے۔ جو قرآن کریم کی روحانیت اور طہارت کے نہ صرف قائل ہوں۔ بلکہ اس کے اثرات اپنے اعمال اور افعال میں بھی رکھتے ہوں۔ ورنہ قرآن کریم کے الٹے سیدھے ترجمہ کو ہندی حروف میں لکھکر شائع کر دینے سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ یہی نہیں کہ کئی ہزار روپیہ ضائع جائیگا۔ بلکہ اپنے پاس سے روپیہ خرچ کر کے ہندی پڑھنے والوں کو قرآن کریم کی اصلی اور صحیح تعلیم سے متنفر کرنے کا سامان بہم پہنچایا جائیگا۔ کیا ہم امید کریں۔ جناب خواجہ صاحب ہمارے اس مخلصانہ مشورہ پر غور فرمائیں گے۔

---

آریوں کی اس ذہنیت کا اندازہ لگانے کے لئے کہ وہ ہر بات میں کس طرح سارا قصور دوسروں کے ذمہ لگاتے ہیں۔ ذیل کی سطور ملاحظہ ہوں:-

"آئے دن ہماری ہزاروں دیویاں شیدائیان تبلیغ کے ذریعہ سے اغوا کی جاتی ہیں۔ غنڈے ان کی عزت و عصمت برباد کرتے ہیں۔ ہماری ہزاروں ودھوا بہنیں امت محمدی میں شریک ہو کر ملیچھ بچے پیدا کرنے کا باعث بن رہی ہیں" (آریہ گزٹ ۲۹ ر ستمبر)

سب مال و اموال اور عزیز و اقارب کو چھوڑ چھاڑ کر جو ہندو عورتیں اپنی زندگی مسرت اور خوشی سے گزارنے کیلئے مسلمان نوجوانوں کے ساتھ برضا و رغبت اپنے آپ کو وابستہ کریں وہ تو "دیویاں" ہوں۔ لیکن مصیبت کی حالت میں ان کی دستگیری کرنے والے اور انہیں آوارہ منشی اور عصمت فروشی کی زندگی سے بچا کر ان کا بار اپنے کندھوں پر اٹھا لینے والے "غنڈے" بن جائیں پھر انہیں تو بچے پیدا کرنے کی حالت میں بھی بہنیں کہا جائے۔ لیکن جو بچے پیدا ہوں ان کو "ملیچھ" قرار دیا جائے۔ بہنوں کے بچوں کو ملیچھ کہنا آریوں کا ہی کام ہے۔

---

مجلس خلافت پنجاب نے جو "اقرار نامہ رکنیت" حال میں شائع کیا ہے۔ اس کی سب سے پہلی دفعہ یہ رکھی ہے۔ کہ

"دنیائے اسلام میں ایک مرکزی خلافت عظمیٰ کی تاسیس"

معلوم ہوتا ہے مجلس خلافت نے جو معاصر تازیانہ کے طرز تحریر میں "خالی آفت" ہے۔ "خلافت عظمیٰ" کو بھی نہرو کمیٹی کی رپورٹ سمجھ لیا ہے۔ کہ چند خلافتیوں نے جس طرح اس کی تائید کر کے یہ فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ ضرور اسی کے مطابق مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ ہونا چاہئیے۔ اسی طرح کچھ خلافتی جب "خلافت عظمیٰ کی تاسیس" کا اقرار کر کے کھڑے ہو جائیں گے۔ تو پھر کوئی صورت ہی نہیں۔ کہ وہ قائم نہ ہو۔ مگر انہیں یاد رکھنا چاہئیے۔ کہ تاسیس خلافت کے متعلق خدائے برتر و توانا کا فیصلہ ہے۔ لیستخلفنهم فی الارض یعنی دنیا میں وہ خود خلافت قائم کرتا ہے۔ نہ کہ خلافت کمیٹیاں خلافت عظمیٰ کی تاسیس کیا کرتی ہیں۔ کیا ہی مزے کی بات ہے۔ وہ خلافت کمیٹیاں جن کے معرض وجود میں آنے کی برکت سے نام کی خلافت بھی مٹ گئی۔ وہ اپنا مقصد دنیائے اسلام میں خلافت عظمیٰ کا قیام بتا رہی ہیں۔

# "پیغام صلح" کا آخری ہی نمبر

۲۹ راگست کو "پیغام صلح" کا آخری ہی نمبر شائع ہوا ہے جس کا زیادہ تر حصہ ختم نبوت کے معنوں کی بحث سے لبریز ہے۔ قریباً ہر مضمون نگار نے جماعت احمدیہ کے خلاف زہر فشانی کی ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں۔ اس کے متعلق مختصر طور پر ایک تبصرہ کیا جائے۔

## "خاتم النبیین" کی وجہ اور "پیغام صلح"

۱۔ مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں

"آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام اخلاق کو اپنے کمال میں اپنے اندر جمع کیا ہے۔ اس لئے آپ قصر نبوت کی آخری اینٹ ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں" صلہ

۲۔ مولوی صدرالدین صاحب لکھتے ہیں۔

"مشرق و مغرب نے گواہی دیدی ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصولوں سے بہتر اور کوئی اصول انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں" صہ

۳۔ مولوی مرتضےٰ خاں صاحب فرماتے ہیں۔

"وہ تمام انوار و برکات الہیہ وہ تمام ترقیات و تجلیات روحانیہ وہ تمام اخلاق فاضلہ وہ تمام فضائل محمودہ وہ تمام اوصاف حسنہ اور وہ تمام مراتب و درجات عالیہ کہ ان سے بڑھکر انسانی قویٰ ان کے حصول سے قاصر ہیں۔ حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے۔ (کیا اب کوئی نور۔ برکت۔ ترقی روحانی فضیلت وغیرہ باقی نہیں؟ ناقل) اور یہی راز ہے ختم نبوت کا"

۴۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ارشاد ہے:۔

"آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت کے تمام کمالات کو اپنے اندر اس طرح جمع کیا اور اخلاق فاضلہ کے ہر پہلو کا نمونہ ایسے مکمل رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ کہ اس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ اسی لئے آپ کے بعد کسی نبی کی بھی ضرورت نہ رہی" صلہ

۵۔ مولوی صدرالدین صاحب لکھتے ہیں:۔

"جس مقام پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کو پہنچانا چاہتے ہیں۔ وہ ترقی کا انتہائی مقام ہے۔ اور وہ ایسا مقام ہے۔ کہ قوت واہمہ بھی اس سے پرے پرواز نہیں کر سکتی اسی لئے ہم حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں" صہ

۶۔ مولوی محمد علی صاحب کا ارشاد ہے:۔

"محمد رسول اللہ صلعم نے فطرت انسانی کی ساری شاخوں کی ایسی کامل تربیت کی اور آپ کے وجود مبارک میں اخلاق انسانی کے سارے پہلو ایسے روشن ہوئے کہ آپ کے بعد کسی نبی کی حاجت دنیا میں نہ رہی" صلا

ان ہر شش بیانات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اخلاق میں کامل بہترین اصول سکھانے والے انتہائی درجات و مراتب کے پانے والے اخلاق فاضلہ کا بہترین نمونہ پیش کرنے والے انسان کو انتہائی مقام ترقی تک پہونچانے والے۔ اور فطرت انسانی کی کامل تربیت کرنے والے قرار دیا گیا ہے۔ اور یہی وجہ آپ کے خاتم النبیین ہونے کی بتائی گئی ہے۔ جس سے نہ ہمیں اور نہ کسی اور مسلمان کو انکار ہو سکتا ہے۔ مگر یہ کیا عجیب گورکھ دھندا ہے کہ آپ (آنحضرت صلعم) "انتہائی مقام ترقی" تک انسان کو پہنچانے کے لئے آئیں۔ اور فطرت انسانی کی "کامل تربیت" فرمائیں۔ مگر نتیجہ کچھ بھی برآمد نہ ہو؟ بلکہ آگے جو اس "کامل تربیت" کے بغیر مرتبہ اور نعمت الہٰی (نبوت) انسانوں کو ملا کرتی تھی وہ بھی بند ہو جائے

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

بہرحال ہمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام اوصاف مسلم ہیں۔ مگر اس کا جو نتیجہ "بزرگان پیغام" نے تحریر فرمایا ہے۔ وہ بعینہ ایسا ہے۔ جس طرح کہا جائے۔ یہ استاد تو بڑا لائق و قابل ہے۔ اور اس کے شاگرد بھی ذہین ہیں۔ مگر پاس کوئی نہیں ہو سکتا۔

برایں عقل و دانش بباید گریست

## نبوت کا کام اور اس کی ضرورت

اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسی ضرورت نہیں۔ جس کو نبوت پورا کیا کرتی ہے۔ تو بے شک نبوت بند ہونی چاہیئے۔ اور در اصل ختم نبوت کی بحث میں یہی بات روح ہے۔ "پیغام صلح" کے مضمون نویس اصحاب نے مختلف طریقوں پر اس ضرورت کا خاتمہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ مولوی مرتضیٰ خاں صاحب

"نبوت کی اصل غرض تو یہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام و تعلیمات انبیاء کے ذریعہ سے خلق خدا تک پہنچائے جائیں۔ جب یہ احکام و تعلیمات جدیدہ کا سلسلہ اپنے کمال کو پہنچ کر ختم ہو گیا۔ تو لازماً نبوت بھی اپنے کمال کو پہنچ کر ختم ہو گئی" صلا

۲۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔

"نبوت ختم ہو گئی۔ کیونکہ اس کا کام ختم ہو گیا۔ چونکہ قرآن پر آکر ہدایت مکمل ہو گئی۔ اس لئے حامل قرآن یعنی محمد رسول اللہ صلعم پر نبوت اور رسالت بھی ختم ہو گئی" صہ

۳۔ سید عبدالمجید صاحب:۔

"شریعت نبوت سے بھی زیادہ ضروری چیز ہے۔ اگر خیال ان کے انعام شریعت یا ہدایت آگے کے لئے بند ہو گیا۔ تو پھر نبوت اور محض نبوت کا اجرا تو ایک عبث چیز رہ جاتی ہے" صہ

۴۔ مولوی صدرالدین صاحب:۔

"حضرت نبی کریم عالم روحانی کے لئے آفتاب و ماہتاب ہیں۔ چنانچہ خود خدا تعالےٰ نے حضور کو سراجاً و قمراً منیراً کرکے یاد فرمایا ہے اس عالم کی ترقیات کے لئے جس طرح آفتاب و ماہتاب کے بعد کسی دوسری روشنی اور حرارت کا تجویز کرنا ناممکن ہے۔ اسی طرح سے اس آفتاب و ماہتاب کے بعد جو عالم روحانی کو منور کرتا ہے۔ کسی دوسرے نبی کا تجویز کرنا غیر ضروری ہے۔ اس لئے حضور سرور کائنات کو خاتم النبیین کہا جاتا ہے" صلا

ان عبارات میں نبوت کی جو غرض بتائی گئی ہے۔ اور جس کو ختم کرکے نبوت کو ختم کیا گیا ہے۔ وہ درست نہیں۔ تعلیمات جدیدہ کا لانا نبی کے لئے شرط نہیں۔ (ایک نبی کا ازالہ) نئی شریعت لانا ہی اس کی غرض نہیں۔ بلکہ یہ تو خود ایک علیحدہ مرتبہ ہے۔ شریعت کی بندش سے نبوت کی بندش پر دلیل غلط ہے۔ قانون غیر متبدل اور محفوظ صورت میں تاقیامت موجود ہے۔ ہاں اس کے اعلیٰ ترین شارحین کی بھی ضرورت ہے۔ مولوی صدرالدین صاحب نے اپنے بیان میں جس آیت کا حوالہ دیا ہے۔ وہ یوں ہے تبارک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل فیھا سراجا وقمرا منیرا۔ بہت برکت والا ہے۔ وہ خدا جس نے آسمان میں ستارے بنائے اور ان میں سورج اور روشن چاند بھی بنایا۔ (فرقان ع ۶) گویا یہ عام ذکر ہے۔ مولوی صاحب موصوف جس آیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ یوں ہے۔ وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔ کہ تو داعی الی اللہ اور روشن کرنے والا سورج ہے۔ (احزاب ع ۶) اس ذہول سے قدرت نے ان سے لکھوا دیا۔ کہ سراجاً منیراً یعنی اس آفتاب کے ساتھ ایک ماہتاب بھی چاہیئے جو عالم روحانی کو منور کرتا ہے"

پیغامی دوستو! کیا یہ اسی نبی برحق کی طرف اشارہ نہیں۔ جس کو بارگاہ ایزدی سے یا شمس یا قمر انت منی و انا منک کہا گیا؟

## نبوت اور کتاب

ہمارے دوستوں کو اصرار ہے۔ کہ نبی کیلئے کتاب کا لانا ضروری ہے۔ ہم قطع خصومت کے لئے اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ لیکن پھر بھی "پیغام صلح" ہی سا خود اس کے دو جواب موجود ہیں۔

(۱) مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں۔

"کتاب کا لفظ قرآن کریم میں وسیع معنی میں آیا ہے۔ پس اس سے شریعت پر اصرار کرنا غلط ہے۔ امور غیبیہ کی میعاد کو بھی بقول مولوی صاحب کتاب کہا جاتا ہے" صلا

۲۔ صاف لکھا ہے:۔

اگر اسے مان بھی لیا جائے کہ ایسے نبی بھی آئے ہیں جن کے پاس کتاب یا اپنی شریعت نہ تھی۔ مگر وہ پھر بھی ایسی حالت میں تھے کہ انہوں نے سابقہ صحائف ربانی کی تصدیق کی۔ تو وہ کتابیں ایک لحاظ سے انکی اپنی کتابیں ہو گئیں" صہ

حضرت مسیح موعود کیلئے مطالبہ کتاب پر ہمارا بھی یہی جواب ہے۔ آپ نے قرآن کی تصدیق کی بلکہ ثریا سے لائے۔ اس لئے یہ کتاب ایک لحاظ سے ان کی اپنی کتاب ہو گئی۔ پس تعلیمات جدیدہ کا خاتمہ یا شریعت کا خاتمہ نبوت کو بند نہیں کر سکتا۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں ٭ زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

## نبوت کی اہم غرض باقی ہے

بلاشبہ تکمیل شریعت بھی نبیوں کی معرفت ہوئی۔ مگر علاوہ ازیں نبیوں کی اور اہم غرض ہے۔ جو تاقیامت باقی ہے۔ اس لئے نبوت جاری رہنی چاہیئے۔

مولوی محمد علی صاحب اس نمبر کی پہلی سطر میں لکھتے ہیں:۔

"انسان کی روحانی تربیت یا نفسِ انسانی کا تزکیہ جو نبوت کی غرض و غایت ہے۔ دو طرح پر ہوتی ہے۔ اول اس ہدایت کے ذریعہ سے جو نبی لاتا ہے۔ اور دوسرے اس تعلیم کا عملی نمونہ دکھا کر جو نبی اپنی ذات میں پیش کرتا ہے۔" صہ

گویا تزکیہ نفوس اصل غرض نبوت ہے۔ کیا یہ محفوظ شریعت سے خود بخود ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

"یہ سنت اللہ ہے۔ کہ امتدادِ زمانہ سے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ اور دین کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ تب خدا اپنے ایک بندہ کو کھڑا کرتا ہے۔ جو دین کو بدعات سے پاک کر کے اس کی اصلی شکل میں دنیا کے آگے پیش کرتا ہے۔" صہ

گویا یہ غلط ہے۔ کہ علماء ان قلوبِ قاسیہ کا علاج کر سکتے ہیں بلکہ خدا کی طرف سے کسی بندہ کو کھڑا کئے جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ وہ کون ہوتے ہیں جن کے انفاس قدسیہ سے دلوں میں زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے؟ میاں غلام رسول صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

"انسان کا زندہ ایمان اللہ تعالیٰ کے زندہ نشانات پر موقوف ہے۔ اور انبیاء کے معجزات میں یہی حکمت ہوتی ہے۔ کہ ان کے دیکھنے والوں میں بھی وہ زندہ ایمان پیدا ہو جائے۔ جو دنیا میں اصلاح اور انقلاب کا موجب ہوتا ہے کیونکہ محض روایات اور قصے کبھی وہ ایمان پیدا نہیں کر سکتے۔" صہ ۱۶

خلاصہ کلام یہ کہ نبوت کی غرض تزکیہ نفوس ہوتی ہے اور یہ بدون معجزات انبیاء کے ممکن نہیں۔ پس نبوت جاری ہے ممکن ہے۔ کہ بعض اصحاب "پیغام" کو ہمارے اس واضح استدلال سے بھی اتفاق نہ ہو۔ اس لئے ہم اسی نمبر میں شائع شدہ ایک مضمون بی۔ اے کے الفاظ پیش کرتے ہیں۔ جس نے لکھا ہے:۔

"الغرض دنیا کی ہر ایک چیز کی تعمیر میں یا عنصر ہے۔ اور ہمارے غیر مجسم خیالات بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ لہٰذا لازم آیا۔ کہ وقتاً فوقتاً ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں۔ جو دنیا کی رشد و ہدایت کا بار اپنے کندھوں پر اٹھائیں۔ اب ایسے لوگوں کو نبی کہو۔ رشی کہو۔ ریفارمر کہو۔ اس سے انکار ناممکن ہے۔ کہ وہ دنیا کی روحانی ترقی و اصلاح کے لئے ایسے ہی ضروری ہیں۔ جیسے انسانی جسم کے لئے ہوا اور خوراک۔" صہ ۲۵

اصحاب لاہور! ع زہندو شنو گر زمن نشنوی

اوپر کے بیانات سے ظاہر ہے۔ کہ محض نبوت بدوں شریعت "عبث" نہیں۔ خصوصاً جبکہ شریعت محفوظ ہے بلکہ وہ زندہ ایمان پیدا کرنے والی، تزکیہ نفوس کرنے والی ہوتی اور اصلاح خلق کا باعث بنتی ہے۔

## ایک سوال

اسی اخبار کے صہ ۲۳ پر لکھا ہے:۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ میں ہزار نبیوں کے ختم کرنے والا ہوں" اس پر سوال یہ ہے۔ کہ نبی تو ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے ہیں صرف "ہزار نبیوں کو ختم کرنے والا" ہونے کے کیا معنی ہیں؟

کیا اس میں یہی تو نہیں بتایا گیا۔ کہ میں صاحب شریعت انبیاء کا خاتم ہوں؟ بہر حال "پیغام صلح" کو اس کا جواب دینا چاہیئے۔

## چیلنج منظور

مرزا خدا بخش صاحب جو "تشحیذ الاذہان" کے پامال لفظ کو بھی صحیح نہیں لکھ سکتے۔ بلکہ بار بار "تشہیذ الاذہان" لکھ رہے ہیں۔ اور جن کا مبلغ علم اتنا ہے۔ کہ بابیوں کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"وہ لوگ حضرت محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔" صہ ۲۴

حالانکہ اسی اخبار کے صہ ۱۱ پر مولوی محمد علی صاحب لکھ چکے ہیں۔ کہ

"بابیوں کا دعویٰ ہے کہ نبوت بلا شبہ آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی ہے۔"

جماعت احمدیہ کو چیلنج دیتے ہیں۔ کہ:۔

"جب سے یہ آیت نازل ہوئی آج تک اس کے معنی اپنی مہر سے نبیوں کا بنانے والا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے اور نہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کئے۔ نہ تابعین نہ تبع تابعین حتیٰ کہ اس دم تک نہ کسی مفسر قرآن نے کئے۔" صہ ۲۱

ہمیں جناب کا یہ چیلنج منظور ہے۔ مگر یہ تو بتائیے۔ آپ کس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ جبکہ آپ کو خود ہی مسلم ہے:۔

"اس میں شک نہیں۔ کہ خاتم بفتح تار جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے کے معنی علاوہ آخر کے مہر کے بھی ہیں۔" صہ ۲۲

جب نبیوں کی مہر کے معنی ہیں۔ تو پھر جھگڑا کس بات کا۔ باقی اگر یہ سوال ہو۔ کہ نبیوں کی مہر سے کیا مراد ہے۔ اور اس میں اضافت کیسی ہے؟ تو اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل الفاظ کافی ہیں آپ تحریر فرماتے ہیں۔ "وہ خاتم الانبیاء بنے۔ مگر ان معنوں کے رو سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملیگا۔ بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے۔ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس کی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ مخاطبہ الہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔ اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے۔ جس کیلئے امتی ہونا لازمی ہے" حقیقۃ الوحی صہ ۲۷ بزرگان سلف کے مفصل معانی کے لئے حقیقۃ النبوۃ ملاحظہ ہو۔

## حضرت مسیح موعودؑ کی پوزیشن

اگرچہ غیر مبایعین کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ ہر رنگ میں حضرت اقدس کے مرتبہ کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر فطرت کی آواز بلند ہو کر ہی رہتی ہے اس نمبر میں بھی جس کا مقصد ہی یہ تھا کہ نبوۃ مسیح موعودؑ سے انکار کیا جائے بعض دھیمی آوازیں آپکی نبوت کے اثبات پر موجود ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

(۱) اس چودھویں صدی کے مجدد اعظم کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جو گو رسول نہ تھا۔ مگر خدا کے رسول کی طرح خدا اس سے ہمکلام ہوتا تھا۔ اور گو وہ نبی نہ تھا مگر خدا نبیوں کی طرح اس سے نشانات کا ظہور کراتا تھا۔ اور یہی وہ ایمان ہے۔ کہ اس مادہ پرست زمانہ میں بھی وہ ایک ایسی جماعت تیار کر گیا۔ جو باوجود ہزاروں کمزوریوں کے آج خدمات دینی میں ممتاز ہے۔" صہ ۱۶

حیرت کی بات ہے۔ کہ جب خدا تعالیٰ اس سے رسولوں کی طرح ہمکلام ہو اور نبیوں کی طرح اس سے نشانات ظاہر ہوں۔ پھر وہ نبی نہ ہو؟ یہ بات ہماری سمجھ سے تو بالا ہے

۲۔ ایک جج صاحب لکھتے ہیں:۔

"میرا عقیدہ ہے کہ ہمارے مسیح موعود امتی نبی تھے۔" صہ ۱

۳۔ لکھا ہے:۔

"نہ محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت ایسی ناقص اور محدود ہے۔ کہ آخری زمانہ میں اسے اپنی امت کی اصلاح کے لئے باہر سے کسی نبی کی ضرورت پڑے۔ بلکہ آپ کی زندہ نبوت کا یہ بین ثبوت ہے۔ کہ آپ کے غلاموں میں سے ہی مسیح جیسے انسان پیدا ہو سکتے ہیں۔ (کیا یہی ختم نبوت کے معنی نہیں؟ ناقل) جو آپ کی ہی نبوت کے فیض اور انوار سے امت کی اصلاح کر سکتے ہیں۔" صہ ۲

عبارتیں واضح ہیں۔ کاش حق پرستی مطلوب ہو۔

## مولوی صدرالدین صاحب کا حملہ حضرت مسیح موعودؑ پر

باوجودیکہ "پیغام صلح" میں تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ مسلمان اس وقت "مردہ" ہیں۔ اور لکھا ہے:۔

"اس وقت یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ کہ وہ شخصی طور پر بھی اکثر تباہ حال نظر آتے ہیں۔ ان کے اخلاق گرے ہوئے ہیں۔ وہ انسانیت کے اعلیٰ اصولوں پر عمل پیرا نہیں۔ قومی رنگ میں بھی انہیں کوئی وقعت و یگانگت نہیں۔ اور نہ ان میں اہل تقویٰ لیڈر ہی رہے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اس لئے بڑے زور سے تنزل و ادبار کے گڑھے کی طرف جا رہے ہیں۔" صہ ۱۲

187

مگر بایں ہمہ مولوی صدرالدین صاحب نے لکھا ہے۔

"انہیں ان مسلمانوں کو کافر کہتے یا ان کے ساتھ کافروں کا سا سلوک کرنے سے اجتناب کریں۔ عملاً ان کے ہر کام اور ہر عبادت میں حصہ لیں۔ تا کہ ہم خود وحدت نسل انسانی کی بنیاد رکھنے والے ہوں۔" صہ ۱۲

مولوی صاحب کی یہ تجویز جہاں ایک غلط اور ناقابل عمل تجویز ہے۔ کیونکہ پھر عیسائیوں یہودیوں اور ہندوؤں کے ہر کام اور ہر عبادت میں حصہ لینا بھی ضروری ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی "نسل انسانی" میں شامل ہیں۔ وہاں اسی کو "وحدت نسل انسان کی بنیاد" قرار دیکر حضرت اقدس پر بھی حملہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ نے صاف طور پر لکھا ہے:۔

"یاد رکھو جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا۔ تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں۔ بکلی ترک کرنا پڑیگا۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو۔ اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں۔" (اربعین جلد ۳ صہ ۲۸)

اے حضرت مسیح موعودؑ کی محبت کا دعویٰ کرنے والو! سوچو اور غور کرو۔ تم کہاں سے کہاں جا رہے ہو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

خاکسار:۔ اللہ دتا جالندھری (مولوی فاضل) از سرینگر

# جماعت احمدیہ پشاور اور خان بہادر مولوی غلام حسن خانصاحب

ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جبکہ ہم نے پیغام صلح ۲۷ ستمبر کے صفحہ ۳ پر ایک مضمون خان بہادر مولوی غلام حسن خانصاحب کے قلم سے لکھا ہوا مطالعہ کیا۔ الحمد للہ۔ حضرت زبیرؓ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہما جیسے صلح جو اصحاب ہم میں موجود ہیں کچھ بعید نہیں کہ ہمارے دیرینہ مکرم و معظم مولانا ان میں سے ایک ثابت ہو کر قوم کو اس خلجان اور تلاطم سے جس میں کہ وہ چودہ سال سے مبتلا ہے۔ نکالنے میں کامیاب ہوں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے مولانا صاحب ابتدا سے ہی غیر مبایع حضرات کو خاندان نبوت و صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف زبان طعن دراز کرنے سے منع فرماتے رہے۔ گو بدقسمتی سے ان کے مواعظ پر کم توجہ دی جاتی لیکن مولانا کا اپنا رویہ اس معاملہ میں ہمارے نزدیک قابل قدر رہا۔ مولانا نے یہ بالکل صحیح لکھا ہے۔ کہ

"چودہ سال سے مسئلہ نبوت پر جو بحث چلی آتی ہے۔ اس سے اب تک کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ سلسلہ کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ اور اخلاق خراب ہو چکے ہیں۔ اور جماعت میں جدل کی عادت ترقی کر رہی ہے۔ خیالی ہار جیت پر اتر آتے ہیں۔ اور ہر وقت یہی خیال ہے۔ کہ دوسرے کو نیچا دکھائیں۔ نفرت اور حقارت۔ محبت اور تکریم کی جگہ لیتی جاتی ہے"

ہم مولانا صاحب کے نہایت ممنون ہونگے۔ اگر وہ ہر قسم مباحث کے خلاف مسلسل آواز اٹھاتے رہیں گے۔ اور اپنے ان بھائیوں کی عزت و توقیر کا درس جاری رکھیں گے۔ جو حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ السلام کے ذریعہ سلک اخوت میں منسلک کئے گئے ہیں تاکہ ان عیوب سے جن کو آنجناب کی باریک بین آنکھ مشاہدہ فرما چکی ہے۔ یہ مقدس جماعت پاک و صاف ہو جائے۔ اور ان مسائل پر اب مزید بحث کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ مولانا جیسے صاحب علم انسان اس بات کی تصدیق فرما چکے ہیں۔ کہ

"خود ان کے (ہمارے) امام حضرت میاں صاحب کا موجودہ عقیدہ نبوت کے متعلق لاہوری جماعت کے عقیدے کے ساتھ متفق ہے"

علاوہ بریں ہمارے امام ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خود بھی اس امر کا اظہار فرما چکے ہیں۔ کہ نبوت کے متعلق جناب مولوی محمد علی صاحب کی وہ تمام تحریرات جو اختلاف سے پہلے کی ہیں۔ ایک جگہ جمع کر دی جائیں۔ تو میں بھی ان پر دستخط کر دونگا۔ اور اعلان کر دونگا۔ کہ میرا یہی عقیدہ ہے۔ پھر حضور بار بار بتا چکے ہیں۔ کہ سرور دو جہان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ انہی معنوں میں خاتم النبیین مانتے ہیں۔ جن معنوں میں خود قرآن مجید نے ان کو پیش کیا ہے اور جو معنی صلحائے امت کے نزدیک متحقق ہیں۔ اور جو معنی اس زمانہ کے امام حکم و عدل نے اپنی مختلف کتب میں درج فرمائے ہیں۔ نیز وہ اس امر کو بھی واضح فرما چکے ہیں۔ کہ مسئلہ تکفیر میں ان کا وہی مسلک ہے۔ جو حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ جس کی تشریح حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ - ۱۶۵ و صفحہ ۱۷۸ - ۱۸۰ پر درج ہے "لاہوری جماعت" کے عقائد بھی اجمالی طور پر یہی ہونگے۔ تو پھر ان مسائل میں باریکیاں نکالنے اور فروعات پر رد و کد کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ایسی بحثوں کو چھیڑنا انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے۔ جو جماعت کو مرکز واحد پر جمع ہوتے دیکھ نہیں سکتے۔ اور مولانا جیسے اہل علم انسان کے ان شستہ خیالات کی نسبت جو اتحاد و اتفاق کی لہروں سے موجزن ہیں۔ یوں تبصرہ کرتے ہیں:۔

"مولانا نے اس مضمون میں میاں صاحب کے موجودہ عقیدہ کو لاہوری جماعت کے عقیدہ سے متفق بنایا ہے اس میں ان کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ اور غالباً میاں صاحب کے ایک تازہ مضمون سے ہوئی ہے۔ میاں صاحب کا موجودہ عقیدہ درباره نبوت بدلا نہیں۔ وہ الفاظ جو انہوں نے اپنے مضمون میں لکھے ہیں۔ کہ وہ حضرت صاحب کو امتی نبی سمجھتے ہیں۔ گول مول ہیں۔ (پیغام صلح)

ایسا تبصرہ لکھنا انہی لوگوں کا کام ہے۔ جن کی نسبت آیا ہے فاما الذین فی قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله۔ باوجودیکہ مولانا نے ختم نبوت پر جو دلائل ارقام فرمائے ہیں۔ ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں پھر بھی ہم جماعت میں اتحاد کے استحکام کے لئے ان کی سعی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

خاکسار عبد المجید احمدی فنانشل سکرٹری انجمن احمدیہ پشاور

## زمینداروں کو بروقت مشورہ

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

رائے صاحب لالہ جے چند لوتھرا۔ آئی۔ اے۔ ایس نے آئندہ فصل ربیعہ کی تخم ریزی کے متعلق مندرجہ ذیل کار آمد نوٹ بروقت شائع کیا ہے:۔

سنہ ۱۹۲۸ء کی فصل گندم پر ناموافق موسم کی وجہ سے کانگیاری نے سخت حملہ کیا جس سے پنجاب بھر میں گندم کی پیداوار کم ہو گئی۔ کیونکہ گندم کے دانے یا تو کافی نشو و نما حاصل نہ کر سکے یا بہت سی صورتوں میں مرجھا گئے۔ دانوں کی مرجھائی ہوئی شکل سے یہ خیال پیدا ہو گیا ہے۔ کہ ان میں قوت نمو لازمی طور پر گھٹ گئی ہوگی۔ اور اس لئے تخم ریزی کے اغراض کے لئے ناموزون ہونگے۔ اس امر کے متعلق تجربات کئے گئے ہیں۔ کہ گندم کے دانوں کی قوت نمو کس حد تک متاثر ہوئی ہے۔ مختلف مقامات سے ۸ نمونے حاصل کئے گئے۔ تجربات کے بعد معلوم ہوا کہ پانچ نمونوں کی طاقت نمو نوے اور ننانوے فیصدی کے مابین رہی ہے بارہ نمونوں کی قوت نمو اسی اور نوے اور تین نمونوں کی ساٹھ اور اسی کے درمیان تھی۔ تین نمونے بہت کمزور نکلے۔ اور ان کی طاقت بالترتیب سینتالیس اور کتالیس اور چھبیس فیصدی تھی۔ اکثر حالتوں میں نمو کی طاقت نوے فیصدی سے زیادہ تھی ؎

تخم ریزی کے اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے جس گندم میں طاقت نمو اسی فیصدی سے کم ہو۔ اسے ناموزون تصور کرنا چاہیئے۔ اور تخم ریزی کے لئے اس کا استعمال مناسب نہیں۔ معمولی اوقات پر طاقت نمو ۹۵ اور ۱۰۰ کے مابین رہتی ہے۔ جو دانے سکڑ جائیں۔ ان سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ان میں قوت ناپید ہو گئی ہے۔ گو یہ ظاہر ہے۔ کہ ان کی طاقت نمو گھٹ جاتی ہے۔ چھوٹے اور کمزور دانے پھوٹ تو پڑینگے۔ لیکن لازمی طور پر کمزور رہینگے۔ پودوں کی انتہائی نشو و نما کے لئے اعلےٰ قسم کے پختہ اور طاقتور دانے تخم ریزی کے لئے استعمال کرنے چاہئیں ؎

فصل گندم کو نقصان پہنچنے کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ کہ بعض حصص صوبہ میں اعلےٰ درجہ کی کافی گندم میسر نہ آئے۔ اور کسان ایسی گندم بونے پر مجبور ہو جائیں۔ جس کی اگنے اور بڑھنے کی طاقت نسبتاً کم ہو۔ طاقت نمو کی کمی تخم ریزی کے دانوں کی مقدار کو بڑھا دینے سے پوری ہو سکتی ہے اضافہ کی مطلوبہ مقدار معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ دانوں کی طاقت نمو کا اندازہ لگایا جائے۔ اس کے مختلف طریقے سنہ ۱۹۲۵ء کے موسمی فولڈروں میں بالتفصیل دئے گئے ہیں ؎

سب سے آسان طریقہ یہ ہے۔ کہ ایک مٹی کا پیالہ لو جس میں پانی سرایت کر چکا ہو۔ یا ایک چینی کی رکابی لو۔ اور اس میں موٹے کپڑے کا ایک بھیگا ہوا ٹکڑا رکھو۔ نمونہ کے سو دانے چن لو۔ اور انہیں کپڑے پر رکھ دو۔ اس رکابی کو ایک اور رکابی سے ڈھانپ دو۔ تاکہ پانی بخارات کی صورت میں اڑ نہ جائے۔ ہر روز اس رکابی کا معائنہ کرو۔ اور اگر ضروری ہو۔ تو تازہ پانی ڈالتے جاؤ۔ تاکہ کپڑا اور دانے تر رہیں۔ جونہی دانے پھوٹیں۔ انکا شمار کر لو اور انہیں علیحدہ رکھ لو۔ ایک ہفتہ تک یہی عمل جاری رکھو۔ جب پھوٹنے کا عمل ختم ہو جائے۔ تو وہ دانے گن لو۔ جو پھوٹ چکے ہیں۔ مثلاً اگر سو میں سے ۸۰ دانے پھوٹے ہوں۔ تو اس سے ظاہر ہے۔ کہ گندم کا بیج حصہ تخم ریزی کیلئے بالکل ناکارہ ہے۔ پس فصل کی پوری مقدار کے لئے اسی قدر گندم فی ایکڑ اور بوئی جائے۔ اگر ایک سو فیصدی طاقت والے دانے پچیس سیر درکار ہوں۔ تو ۸۰ فیصدی پھوٹنے والے دانوں کی مطلوبہ مقدار قریباً اکتیس سیر ہونی چاہیئے۔ یہ معلوم کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ کہ تخم ریزی کے لئے خالص اور ایک ہی قسم کی گندم کام میں لائی جائے۔ اور اسے ممنی۔ بیلی۔ پیازی۔ تکلا وغیرہ سے بالکل پاک رکھا جائے یہ چیزیں بالعموم گندم میں پائی جاتی ہیں۔ اور اس کی قیمت کو گھٹا دیتی ہیں۔ جو زمیندار اپنی گندم پر تجربہ کرانا چاہیں۔ وہ پانچ نمونہ ایسوسی ایٹ پروفیسر جو مدد درج نہ صرف اپنے تجربہ کی اطلاع دینگے۔ بلکہ ان تمام سوالات کا جواب بھی مہیا کریں گے۔ جو اس بارہ میں دریافت کئے جائینگے ؎

# وصیتیں!

**نمبر ۲۸۴۵** میں خیرالدین ولد میاں شہاب دین قوم بافندہ پیشہ لنگی فروشی عمر تخمیناً ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۱ء ساکن موضع کھاجوں ڈاکخانہ بنگہ ضلع جالندھر تحصیل نواشہر بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۵ رمئی ۱۹۲۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد موجودہ ایک کوٹھا مالیت یکصد روپیہ موضع کھاجوں میں ہے۔ اور اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور میرا گذارہ میری آمدنی پر ہے اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ جو انشاء اللہ ماہ بماہ دیتا رہوں گا۔ اور یکصد روپیہ میں نے قرض حسنہ لیا ہے اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں اگر میں اپنی زندگی میں کوٹھہ و قرض حسنہ کے حصہ وصیت کی رقم ادا کردوں تو رسید حاصل کرکے منہا کردی جاویگی۔ ورنہ میرا بڑا بیٹا مسمی غلام محمد ادا کرکے اس کا مالک رہیگا کیونکہ میں چھوٹے بیٹے مسمی عبداللہ کو اس کا حصہ ادا کرچکا ہوں۔ وصیت کردہ جائیداد سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر کوئی میری اور جائداد ثابت ہو تو میرے مرنے کے بعد اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ بقلم خود رحمت اللہ احمدی سکرٹری ۔ سایا بنگہ

گواہ شد:۔ کمترین غلام نبی خاں ولد صوبے خاں سکنہ بنگہ

العبد:۔ خیردین بقلم خود سکنہ کھاجوں

گواہ شد:۔ رحمت اللہ ولد حکیم عمرالدین سکنہ بنگہ

**نمبر ۲۸۰۶** میں فتح بی بی زوجہ میاں غلام محمد صاحب راجپوت عمر ۴۳ سال بیعت ۱۹۰۳ء ساکن سیدوالہ ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷ر فروری ۱۹۲۸ء کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد اس وقت مبلغ ماعہ ۲۰ روپیہ ہے۔ جو بصورت زیور ہے حق مہر اس میں شامل ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بمد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔ فقط والسلام العبد فتح بی بی موصیہ گواہ شد غلام محمد زرگر خاوند موصیہ گواہ شد:۔ احمدالدین زرگر بقلم خود

گواہ شد:۔ عبدالرحمٰن بقلم خود

**نمبر ۲۸۰۷** میں نظام الدین خاں ولد صوبے خاں ککے زئی عمر ۴۳ سال بیعت اپریل ۱۹۲۵ء ساکن دھرم کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ رمئی ۱۹۲۸ء کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ ماہوار آمد للعہ ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ نیز میری وفات کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

---

# کیمیکل گولڈ قمیص کے بٹن

یہ بٹن بھی مثل سونے کے ہیں۔ جو بہت خوبصورت ہیں ان کا رنگ روپ سونے کے مانند ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ سونے کے نہیں نایاب تحفہ ہے۔

قیمت فی سٹ عہ ر ۴ سٹ کے خریدار کو ایک سٹ مفت علاوہ محصول

# جرمنی تحفہ

## کیمیکل گولڈ گوشوارے

یہ کانوں میں پہننے کے نہایت نفیس بندے ہیں۔ انہیں ہیرا کاٹ کے ایسے نگ جڑے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہیرے لگا دئے۔ رات میں لیمپ کی جوت سے نگاہ نہیں ٹھہرتی۔ ان کے پہننے سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ چاند کے جوڑے ستارے قربان ہو رہے ہیں قیمت فی جوڑہ ۱۲ر

ملنے کا پتہ:۔ ایس محمود اینڈ کو ٹلیا محل دہلی

---

188

# حب اٹھرا

کا نام

## محافظ اٹھرا گولیاں رجسٹرڈ

جن کے بچے چھوٹے ہی فوت ہوجاتے ہیں۔ یا وقت سے پہلے حمل گرجاتا ہے۔ یا مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ انکو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اس مرض کیلئے حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب شاہی حکیم کی مجرب اٹھرا اکسیر کا حکم رکھتی ہیں یہ گولیاں آپ کی مجرب مقبول و مشہور ہیں۔ اور ان گھروں کا چراغ ہیں۔ جو اٹھرا کے رنج و غم میں مبتلا ہیں۔ وہ خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان لاثانی گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین خوبصورت اٹھرا کے اثرات سے بچا ہوا پیدا ہوکر والدین کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوتا ہے قیمت فی تولہ عہ شروع حمل سے اخیر رضاعت تک قریباً نو تولہ خرچ ہوتی ہیں ایک دفعہ منگانے پر فی تولہ عہ دیا جائیگا۔

**عبدالرحمٰن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان**

---

# فاروق کا خاص نمبر

خدا تعالیٰ کے فضل سے فاروق کا خاص نمبر جو فتنۂ مستریان کے رازوں کے انکشاف کرنے والا ۲۰ ر ستمبر ۱۹۲۸ء کو نکلا تھا۔ وہ باوجود کسی قدر زیادہ تعداد میں طبع کرنے کے ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ آئندہ کوئی دوست اس کے لئے ٹکٹ نہ ارسال کریں۔ صرف ۵۰ پرچے اس کے اس لئے باقی رکھے گئے ہیں۔ کہ جو جدید خریدار فاروق کے ہوں گے۔ اس پرچہ سے فاروق ان کے نام جاری کیا جائیگا صرف نئے خریداروں کو یہ پرچہ بھیجا جائیگا۔ اب احباب کی پرزور خواہش اور تحریک کے ماتحت عام اشاعت کیلئے اس کو کتابی صورت میں چھاپا جا رہا ہے۔ اور بعد نظر ثانی کاتب کو لکھنے کے واسطے دیدیا ہے۔ ضرورت ہے کہ یہ مضمون اسی کثرت سے تقسیم کیا جائے۔ جس کثرت سے مستریوں نے اپنے اشتہار اور پمفلٹ لوگوں کو دئے ہیں۔ اس لئے جملہ احمدی احباب حسب توفیق اس کی اشاعت میں حصہ لیں۔ اور جتنی احمدیہ انجمنیں ہیں وہ بھی اس کو خرید کر ایک ایک نسخہ ہر ایک احمدی اپنے پاس رکھے۔ اور باقی دوسروں کو تقسیم کردیں۔ پس جتنی جتنی کاپیاں احباب اور انجمن ہا کو مطلوب ہوں۔ ان کی اطلاع جلد دفتر فاروق میں بھیجدیں۔ تاکہ جتنی ضرورت ہو اتنی تعداد میں اس کو دوبارہ طبع کیا جائے۔ قیمت فی کاپی ساڑھے چار آنہ معہ محصولڈاک ہوگی۔ ایک بزرگ نے جو اپنا نام ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے مبلغ دس روپے اور مکرمی میر منظور محمد صاحب موجد یسرنا القرآن نے ۵ روپیہ اس کی اشاعت کے لئے بطور امداد عطا فرمائے ہیں جزاھم اللہ احسن الجزاء احباب جلد سے جلد تعداد خریداری سے مطلع فرمائیں۔

المعلن خاکسار:۔ منیجر فاروق قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

---

# ضرورت ہے

ایک ڈرافسمین کی۔ پنجاب کے ایک ڈسٹرکٹ بورڈ کے لئے تنخواہ اسی روپے (۸۰) ماہوار خواہشمند ملازمت بہت جلد اپنی اپنی درخواست معہ نقول اسناد دفتر ہذا میں بھیجدیں۔ درخواست بنام چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ ہو۔ جگہ کا نام چھوڑ دیں۔ یہاں سے پر کرکے بھیجدی جائیگی۔ درخواست کے ساتھ تصدیق چال چلن کا بھی سرٹیفکیٹ سیکرٹری امور عامہ یا امیر جماعت مقامی کا بھجوائیں۔

محمد صادق ناظر امور عامہ قادیان

---

**اخبار الفضل میں سچے اشتہار دینے والے اصحاب خوب فائدہ اٹھا سکتے ہیں نرخ اشتہار بالکل واجبی ہے۔**

---

# ہندوستان کی خبریں

نینی تال۔ ستمبر۔ لفٹنٹ نواب جمشید علی خاں کی سرکردگی میں زمینداروں کے ایک ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے سر میلکم ہیلے نے کہا۔ کہ حق رائے دہی اور مخصوص نمائندگی کے مسئلے ان اہم مسائل میں ہیں۔ جو سائمن کمیشن کے پیش نظر ہیں۔ حکومت اس صوبے میں بالغ مردوں یا بالغ عورتوں کو حق رائے دہی دینے کی خیالی تجویز کی تائید کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ اور مخصوص نمائندگی کی تنسیخ کی بھی مخالف ہے۔ آخر میں وعدہ کیا کہ کونسل میں زمینداران آگرہ کو مزید نمائندگی دی جائیگی۔

شملہ۔ ۲۶ر ستمبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ نہرو کمیٹی نے آج ایک اجلاس میں فیصلہ کیا ہے۔ کہ ۱۵ر دسمبر کو کلکتہ میں آل پارٹیز کانفرنس کا اجلاس منعقد کیا جائے۔ لالہ لاجپت رائے کو کمیٹی کی اشاعت کا کام سپرد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ پنڈت موتی لال نہرو سر تیج بہادر سپرو اور مسٹر چیاکر کی ایک ماتحت مجلس مقرر کی گئی۔ جو آل پارٹیز کانفرنس کے استفسارات کا جواب دیگی۔

پونا۔ یکم اکتوبر۔ کل رات گنپتی کا جلوس مسجد کے سامنے سے گذر رہا تھا۔ کہ معمولی سا فساد ہوگیا۔ کوئی سخت ہنگامہ نہیں ہوا۔ آج بالکل سکون ہے۔

حیدرآباد۔ ۲۹ر ستمبر۔ کل سکھوں کے گوردوارہ بند میں مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان ہولناک فساد ہوجانے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ فریقین کے متعدد آدمیوں کو نقصان پہنچا۔ مسلح پولیس اور رسالہ موقعہ پر پہنچ گیا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک مسلمان فقیر کے مال ٹیکری میں دفن کئے جانے کے سلسلہ میں دو سال سے سکھوں اور مسلمانوں میں ناراضگی پیدا ہوئی تھی۔ سکھ اس مقام کو مقدس تصور کرتے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ بھائی پرمانند نے آل انڈیا ہندو مہاسبھا کی ورکنگ کمیٹی کی ممبری سے استعفے دیدیا ہے۔ یہ استعفے مہاسبھا کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ شملہ میں نہرو رپورٹ کے متعلق ریزولیوشن پاس ہونے کی وجہ سے ہے۔

لائل پور ۲۹ر ستمبر۔ پنجاب کانفرنس میں ذیل کے ریزولیوشن پاس کئے گئے۔ ۱۔ سردار گوپال سنگھ و مسٹر ولبھ بھائی پٹیل کو مبارکباد ۲۔ مدراس کانگریس کے ریزولیوشن متعلقہ مکمل آزادی کی تائید۔ ۳۔ برٹش فوج کو ہٹانے کا مطالبہ ۴۔ کمیشن کا بائیکاٹ اور کانگریس کمیٹیوں سے اس کے لئے پروپیگنڈا کرنے کی سفارش۔ ۵ تعاونی کمیٹی بنانے پر پنجاب کونسلوں کے ممبروں کی مذمت

اخبار تنظیم جو ڈاکٹر کچلو کے زیر اہتمام امرتسر سے شائع ہوتا تھا۔ ماہ اگست سے نامعلوم عرصہ کے لئے بند ہوگیا ہے۔

پونا۔ یکم اکتوبر۔ خان بہادر بھلوا اور قریب ۱۹ مسلم ارکان کونسل نے معرجہ ذیل بیان شائع کیا ہے۔ ہم نے نہرو کمیٹی کی رپورٹ کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ اور کامل غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے ہیں۔ کہ رپورٹ مذکور کی تجاویز قوم مفاد کے منافی ہیں۔ کیونکہ اس میں اقلیتوں کے حقوق کا کوئی تحفظ نہیں کیا گیا۔ لہذا ہم اسے اپنا اور اپنی قوم کا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ رپورٹ مذکورہ کو کلیتہً مسترد کردیں۔

پونا۔ یکم اکتوبر۔ فساد ناسک کے متعلق معرجہ ذیل سرکاری بیان شائع ہوا ہے۔ ناسک میں گنپتی جلوس کے نکالنے سے پیشتر وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ شکری مسجد کے سامنے سے گذرتے ہوئے جلوس کسی قسم کا شور و غل برپا نہیں کریگا۔ لیکن جب جلوس اس مسجد کے سامنے پہنچا۔ تو خلاف وعدہ بڑے زور و شور سے واویلا اور ہنگامہ برپا کرنے لگا

لاہور۔ ۳ر اکتوبر۔ کل ریلوے پولیس نے بامداد سی۔ آئی۔ ڈی تین اشخاص کو ریلوے سٹیشن لاہور پر گرفتار کیا۔ ملزمان نیم فوجی وردی میں ملبوس تھے۔ اور سروں پر انگریزی ٹوپی تھی۔ ان کے قبضہ سے دو بکسوں میں سے دو من پچیس سیر چرس برآمد ہوئی۔

سورت۔ ۳ر اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ سورت میں جو ہندو مسلم فساد ہوا تھا۔ اس میں دو سو آدمی ہلاک و زخمی ہوئے۔

پشاور۔ ۲ر اکتوبر۔ ایک سو افغان لڑکوں اور پندرہ لڑکیوں کی ایک جماعت جو حصول تعلیم کے لئے یورپ جارہی ہے۔ کل شام کابل سے یہاں پہنچی۔ بمبئی کے افغانی قونصل خانہ کے ایک کارکن مسٹر شوکت اس جماعت کے انچارج ہوں گے۔

لاہور۔ ۲ر اکتوبر۔ انارکلی بازار میں چند مزدور ایک مکان کی تعمیر کے سلسلہ میں کام کر رہے تھے۔ ان میں سے تین کے پاؤں ایک جگہ زمین میں دھنسنے لگے۔ دو تو کود کر علیحدہ ہوگئے لیکن ایک شگاف زمین میں غائب ہوگیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہاں ایک پرانا کنواں تھا۔ شام تک نعش کی جستجو کی گئی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

شملہ۔ ۳ر اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ سر ڈینیز برے فارن سیکرٹری موجودہ معاملات خارجہ کے متعلق دفتر خارجہ سے مشورہ کرنے کی غرض سے ایک ماہ تک خلیج فارس کے راستہ سے انگلستان روانہ ہوں گے۔

پشاور۔ ۲ر اکتوبر۔ جلال آباد کا اخبار اتحاد مشرقی رقمطراز ہے۔ کہ موضع چاہ آب میں ایک مہلک مرض متعدی پھیلا ہوا ہے۔ تعداد اموات روزانہ ۳۰ یا ۳۵ کے قریب ہے۔ نوے فیصدی باشندے بیمار ہیں۔ ایک عجیب بات اس وبا میں یہ ہے۔ کہ زیادہ مرد ہی مبتلا ہوتے ہیں۔ عورتیں تجہیز و تکفین کرتی ہیں۔

ڈیرہ اسمٰعیل خاں ۳ر اکتوبر۔ زبردست افواہ گرم ہے کہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی چھاؤنی جلد اڑادی جائیگی۔ کیولری رجمنٹ کو بدلا جائیگا۔ اور آئندہ یہاں کوئی ملٹری فورس نہیں رکھی جائیگی

# غیر ممالک کی خبریں

بیروت کے مشہور جریدہ "البلاغ" کو مستند ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت حجاز نے عزم مصمم کرلیا ہے۔ کہ سرزمین حجاز کے اندر کسی اجنبی فرد یا سلطنت کو کسی قسم کی مراعات و امتیازات نہ دیگی۔ نیز اغیار و اجانب کو بھی کسی قسم کے نشے کی چیز حدود حجاز کے اندر لانے کی اجازت نہ دی جائیگی۔

لندن۔ ۲۹ر ستمبر۔ وزارت ہوا بازی کی سالانہ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۱۹۲۷ء میں محکمہ ہوا بازی میں ۱۳۳ حادثات ہوئے۔ جن میں ۲۰ آدمی ہلاک ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں ۱۷۹ وارداتوں میں ۸۰ آدمی مقتول ہوئے تھے۔

شاہ ایران نے ایک تازہ اعلان شائع کیا ہے جس میں یہ حکم درج ہے۔ کہ تمام ایرانی یورپین لباس (کوٹ پتلون) پہنا کریں۔ اور سر کا لباس بھی وہی اختیار کریں۔ جو حکومت کی طرف سے تجویز ہوا ہے۔

میڈرڈ۔ ۳۰ر ستمبر۔ ہسپانیہ میں دو ہفتہ کے اندر یہ تیسرا حادثہ رونما ہوا ہے۔ کل ایک ایکسپرس ٹرین جو چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جارہی تھی ایک سست رفتار ٹرین سے ٹکرا گئی۔ دونوں انجن خراب ہوگئے۔ اور درجہ اول کی دو گاڑیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں۔ بارہ اشخاص ہلاک اور ۲۳ مجروح ہوئے ہیں۔

لندن۔ ۲۸ر ستمبر۔ اطلاع ملی ہے کہ سلطان زوغو کی والدہ کو ملکہ کا لقب دیا گیا ہے۔

لندن۔ ۲۷ر ستمبر۔ آج ارکان سائمن کمیشن وکٹوریہ اسٹیشن سے روانہ ہوگئے۔ اور بندرگاہ مارسیلز سے مالوجہ نامی جہاز میں سوار ہوں گے۔ لوگوں نے مسرت کے ساتھ رخصت کیا۔ مہمانان کمیشن کے بہت سے اعزہ و احباب موجود تھے۔ کمیشن کا اولین اجلاس بمقام پونا ہوگا۔ ۲۸ر اکتوبر کو پونا کے اجلاس ختم ہوجائیں گے۔ کمیشن کا سب سے آخری کام دہلی میں ہوگا۔ اور یہی جگہ ۲۵ مارچ سے ۱۱ر اپریل ۱۹۲۹ء تک کمیشن کا صدر مقام رہیگی۔ ۱۳ر اپریل ۱۹۲۹ء کو کمیشن جانب لندن روانہ ہوگا۔ جہاں کمیشن کی رپورٹ مرتب کی جائیگی۔

وارسا۔ یکم اکتوبر۔ پولینڈ کی پولیس نے بہت سے قصبات اور مواضع پر تاخت کی۔ جو روسی سرحد کے قریب واقع ہیں۔ اور ایک جدید جماعت کے آدمیوں کو معہ انکے سرغنہ کے گرفتار کرلیا۔ یہ سرغنہ کلیسائے یونان کا ایک پادری ہے۔ یہ جماعت ایک نئے مذہب کی پیرو ہے۔ شمس و قمر کو مظاہر الوہیت سمجھتی ہے۔ اور انہی کی پرستار ہے۔ ان کے پیرو مرشد نے پرو یلٹو کا میں ایک عبادتخانہ اور خانقاہ قائم کئے اور بہت ہی قلیل عرصہ میں اپنی فصاحت و بلاغت کے ذریعہ سے ۵۰ ہزار مرید کرلئے۔ کہتے ہیں کہ ان کے ہاں بعض مخرب اخلاق رسمیں ادا کی جاتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کو پولیس نے گرفتار کیا۔

(عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر مالکان کیلئے شائع کیا)

# جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم اے امام مسجد احمدیہ لنڈن کی خدمات کے اعتراف میں انگریز نومسلموں اور مسلمانوں کا الوداعی جلسہ

(جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے کے قلم سے)

احمدیہ مسجد لنڈن میں آئے دن ایسی تقریبات ہوتی رہتی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر انسان یہاں کے کام کی نوعیت اور اس کے نتائج کا اندازہ کرسکتا ہے۔ چنانچہ ایسی ہی ایک تقریب گذشتہ اتوار ۹ ستمبر ۱۹۲۸ء کی شام کو منعقد ہوئی۔ جبکہ مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم اے یہاں سے چار سال کی محنت شاقہ اور اعلےٰ کامیابی کے بعد واپس ہندوستان تشریف لے جانے والے تھے۔ ساڑھے تین بجے چالیس پچاس کے قریب نفوس جن میں انگریز نومسلم مرد اور عورتیں شامل تھیں۔ احمدیہ دارالتبلیغ میں جمع ہوئے۔ بجائے ایک رسمی ایڈریس کے الوداعی جلسہ کی روئداد ایسے طور پر عمل میں آئی۔ جس سے اس جماعت کے ہر ایک فرد کی جس کی ترقی کا کام حضرت مولوی صاحب اپنے عرصۂ قیام میں یہاں کرتے رہے ہیں۔ دلی محبت کا اظہار ہوتا تھا۔ اور اس بات کا پتہ لگتا تھا۔ کہ کس طرح ایک احمدی مبلغ اپنے اخلاق حسنہ سے ایسی قوم کے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیتا ہے۔ جس سے ہمیں تمدنی اور دوسرے رنگوں میں عظیم الشان تفاوت ہے۔

جلسہ کی کارروائی زیر صدارت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب جدید امام مسجد لنڈن شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن شریف ایک نومسلم خاتون Mrs. [illegible] (مسز ...ٹ) نے کی۔ سب نے محسوس کیا۔ کہ اس خاتون کو علم دین سیکھنے کا شوق کتنا زیادہ ہے۔ اور کیسا صاف اور صحیح تلفظ کوشش سے سیکھا ہے۔ اور بعض ایسے حصول کو بھی کیسی صحت سے ادا کیا ہے۔ جن کا یہاں کے لوگوں کے لئے ادا کرنا عام طور پر مشکل ہوتا ہے۔ اس کے بعد مولوی محمد عیسےٰ صاحب نے ایک نظم خوش الحانی سے پڑھی۔ یہ نظم حضور خلیفۃ المسیح الثانی کی اس وقت کی لکھی ہوئی ہے۔ جبکہ شاید ۱۹۲۴ء میں حضور معہ خدام ڈلہوزی میں تشریف فرما تھے۔ اور جب یہاں سے مکرمی چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے نے اول مرتبہ یہ زمین جس پر بعد میں ایسی برکت والی مسجد تعمیر کی گئی۔ اور مکان جو اس کے ساتھ ملحق ہے۔ اور جس میں یہاں کا سٹاف رہائش رکھتا ہے۔ خرید کئے جانے کی اطلاع بذریعہ تار حضرت کے حضور بھیجی تھی۔ جب یہ خبر پہونچی۔ تو حضور نے خود بھی ایک پراثر نظم کہی۔ اور دوسرے خدام کو بھی ارشاد فرمایا۔ کہ وہ بھی اس خوشی میں کچھ کہیں۔ چنانچہ کئی ایک اصحاب نے اس موقعہ پر کچھ نہ کچھ لکھا تھا۔ حضرت کی نظم خود جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے پڑھ کر سنائی تھی۔ جب مولوی محمد عیسےٰ صاحب نے اس طرح شروع کیا۔ کہ سے

تیری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اٹھائیں گے ہم

تو مولوی درد صاحب قدرتاً ایک خاص حظ اٹھا رہے تھے۔ گویا ان کو وہ ابتدائی وقت یاد آرہا تھا۔ جبکہ انہیں یہاں آنے کی کوئی توقع نہ تھی اور جبکہ جماعت کی کوششیں یہاں مسجد کی تعمیر اور اس کی رونق کے انتظام کے بارے میں ابھی ابتدائی منزل میں تھیں۔ اس وقت کا مقابلہ اس وقت کے ساتھ جبکہ خود مولوی صاحب کے ہاتھوں لنڈن کے دارالتبلیغ کی موجودہ شکل کے ابتدائی مراحل طے ہوچکے تھے۔ قدرتاً نہایت خوشکن تھا۔ اور حاضرین جو اردو سمجھتے تھے۔ نظم کی کشش سے اور وہ جو نہ سمجھتے تھے۔ سمجھنے والوں کو دیکھ کر بہت متاثر ہورہے تھے۔ اس کے بعد چھوٹی چھوٹی تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت مولوی صاحب کے ذاتی محاسن اور یہاں جو انہیں کامیابی ہوئی ہے۔ اس کا نقشہ تو ان تقریروں میں تھا ہی۔ جو بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ وہ جماعت احمدیہ لنڈن کی جس میں انگریز نومسلم اور دوسرے اصحاب شامل ہیں۔ اپنی کیفیت ہے۔ جو ان تقریروں سے ظاہر ہورہی تھی۔ اور جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ کارنامہ نظر آرہا تھا۔ جو حضور کی بعثت کی غرض ہے۔ سب سے پہلے ایک معمر خاتون محترمہ Mrs. Richardson (رچارڈسن) نے تقریر کی۔ اور بتایا۔ کہ مولوی صاحب جماعت کی خبرگیری اس طور سے کرتے رہے ہیں جس طرح ایک گلہ بان اپنے گلہ کی کرتا ہے۔ تقریر مختصر مگر مخلصانہ انداز میں تھی۔ اس کے بعد ایک اور خاتون نے تقریر کی۔ جو ایک آدھ سال ہوا۔ اسی محلہ میں رہا کرتی تھی۔ اور جسے معہ اس کے کنبہ کے سلسلہ کی تبلیغ کی جارہی ہے۔ اور اکثر یہاں جلسوں پر کام میں بھی حصہ لیتی ہے۔ اس کے بعد برادر عزیز الدین صاحب نے اپنے حزیں مولوی صاحب کو الوداع کہا۔ اس کے بعد خاکسار نے ان طلباء کی طرف سے مولوی صاحب کو دعا دی۔ جن کو وہ اکثر نیک مشورہ دیا کرتے تھے۔ اور ویسے بھی ان کا خیال رکھا کرتے تھے۔

پھر سردار اقبال علی شاہ صاحب نے مولوی صاحب کے اس کام کا ذکر کیا۔ جو وہ یہاں کے پریس میں اسلام کی خدمت کی خاطر کرتے رہے ہیں۔ پھر ایک انگریز نومسلم مسٹر مبارک احمد فیولنگ نے اٹھ کر کہا

مولوی صاحب نے اُس پر وہ احسان کیا۔ جو بہتر سے بہتر احسان ہے اور جو ایک شخص دوسرے پر کرسکتا ہے۔ یعنی اُسے اسلام کا راستہ دکھایا۔ ایک غیر احمدی مسلمان مسٹر نجم الحسین نے جو بنگالی ہیں۔ ایک پرجوش تقریر کی۔ پھر خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب نے کسی قدر لمبی تقریر میں مولوی صاحب کی اعلےٰ قابلیت کا ذکر فرمایا۔ پھر حضرت مولوی صاحب نے موزون جواب دیا۔ اور اس بات کی تلقین کی۔ کہ سب لوگ جو کام کریں خدا کے لئے کریں۔ ہر ایک شخص کی تقریر سے اخلاص ٹپکتا تھا۔ اور زیادہ تر قابل ذکر بات یہ ہے۔ کہ قریباً ہر ایک نے سلسلہ کے مرکز اور اس کے پاک امام سے اظہار عقیدت ایسے رنگ میں کیا۔ کہ گویا خدا کا ہاتھ اس نظام کی وسعت اور ترویج میں کام کر رہا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے احمدیت کی شکل میں دنیا میں قائم ہونیوالا ہے۔ جلسہ کے بعد ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی گئی۔ سبحان اللہ عجیب نظارہ تھا۔ تثلیث اور سیاست مغربی کے مرکز میں جہاں ہر زبان جو کھلتی ہے۔ اسلام کے خلاف اور ہر قلم جو حرکت کرتا ہے۔ اسلام کی توہین میں۔ ایسی جگہ پر ایشیائی اور یورپین لوگوں کا مجمع جس میں مرد و زن سب شامل تھے۔ اور کمال اخلاص سے خدائے واحد کی عبادت کے لئے رکوع و سجود کرتے تھے۔ بہت سے لوگ اس مجمع کو دیکھ کر متاثر ہوئے۔ خدا تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ جس رفتار سے اس مسجد کی رونق بڑھ رہی اور جو نئے سامان اس کی ترقی کے ہو رہے ہیں۔ اس رفتار میں اور ان سامانوں میں اور بھی اضافہ کرے۔ اور ہم آگے ہی آگے اپنے آپ کو پائیں۔

## لنڈن میں تبلیغ اسلام

لنڈن مشن کی جو رپورٹ اخبار الفضل میں چھپ چکی ہے۔ اس کے بعد دو اور کس بیعت کرکے مشرف باسلام ہوئے۔ جن کے نام درج ذیل ہیں:-

Mrs: M. A. Humphreys

Mr: A. H. Bailey

مؤخر الذکر کی بیوی نے میرے نام خط لکھا ہے۔ جس میں اپنے خاوند کے مسلمان ہونے پر اور اسلامی طرز عبادت کی سادگی پر خوشنودی کا اظہار کیا ہے۔ اس سے امید کی جاسکتی ہے۔ کہ یہ خاتون خود بھی جلد اسلام قبول کرے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

۷ ستمبر کو میں نے مسٹر خیر اللہ ولز (Wells) (یہ نام صاحب موصوف کا حضرت امیر المؤمنین نے رکھا ہے) کا نکاح مسجد فضل لنڈن میں Miss Rosina Trapp سے بعوض ایک سو پونڈ مہر پر پڑھایا۔ اس موقعہ پر صوفی عبدالقدیر صاحب۔ چوہدری عبدالحمید صاحب Mrs: Jordan مسٹر سلیمان اور دلہن کی بہن Miss Violet Trapp حاضر تھے۔ آیات مسنونہ پڑھنے کے بعد انگریزی میں تقریر کی گئی۔ اور دعا اور مبارکباد پر تقریب کو ختم کیا گیا۔ یہ پہلا نکاح ہے۔ جو ایک انگریز نومسلم کا مسجد لنڈن میں پڑھا گیا۔ احباب اس کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کریں۔ بھائی خیر اللہ ولز صاحب تھوڑے عرصہ سے مسلمان ہوئے ہیں۔ دینی تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق رکھتے ہیں۔ اور جماعت کے ... انگریزی حصہ کے فنانشل سکرٹری ہیں۔ اور اس کام کو بہت محبت اور خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں۔

خاکسار فرزند علی عفا اللہ عنہ امام مسجد لنڈن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۲۹ قادیان دارالامان مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۲۸ء جلد ۱۶

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم * نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

# نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے

(۲)

## مسلمانوں کے مطالبات اور ان کے بواعث

پیشتر اس کے کہ میں نہرو رپورٹ کی تجاویز پر بحث کروں میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کے مطالبات کیا ہیں۔ اور کیوں ہیں۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ اس وقت مسلمانوں میں سیاسی نقطۂ نگاہ سے دو پارٹیاں ہیں۔ ایک پارٹی جو زیادہ تر پنجاب اور یو۔ پی کے مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اس کے اصولی مطالبات جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ یہ ہیں۔ کہ آئندہ ہندوستان کے لئے جو قانون اساسی تیار ہو۔ اس میں ان امور کو مدنظر رکھا جائے۔

**پہلا مطالبہ یہ ہے**

حکومت کا طریق فیڈرل یا اتحادی ہو۔ یعنی تمام صوبہ جات کامل طور پر خود مختار سمجھے جائیں۔ برطانیہ جس قدر اور جس وقت اپنا قبضہ کم کرتا جائے۔ اس کے چھوڑے ہوئے اختیارات مختلف صوبہ جات تک کو ملتے جائیں۔ ہاں چونکہ ملک کے انتظام کے لئے ایک مرکزی نظام کی بھی ضرورت ہے۔ جو امور مشترک ہوں۔ وہ ہندوستانی مرکزی حکومت کے سپرد صوبہ جات کی طرف سے کئے جائیں۔ گویا یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ ہندوستانی مرکزی حکومت صوبہ جات کو اختیار دیتی ہے۔ بلکہ یہ سمجھا جائے۔ کہ صوبہ جات ایک منظم گورنمنٹ کے چلانے کے لئے اپنے بعض اختیارات ایک مرکزی حکومت کو دیتے ہیں۔ اگر اس اصل کو تسلیم کر لیا جائے۔ جو ایک مجرب اصل ہے۔ اور امریکہ کی ریاست ہائے متحدہ۔ سوئٹزرلینڈ۔ ساؤتھ افریقہ اور آسٹریلیا میں نہایت کامیاب صورت میں جاری ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ فارن معاملات افواج کے انتظام ڈاک خانہ کسٹمز وغیرہ کے علاوہ باقی سب معاملات کا فیصلہ ہر صوبہ کی کونسلیں اپنی ضرورتوں کو مدنظر رکھکر کریں گی۔ اور مرکزی حکومت کو ان کے کاموں میں دخل اندازی کا حق نہ ہوگا۔

مسلمان اس مطالبہ کو اس لئے پیش کرتے ہیں۔ کہ ہر قوم کو اپنے طور پر ترقی کرنے کا موقعہ ملے۔ اور تا کہ باوجود اس کے کہ مسلمان بعض صوبوں میں کثیر التعداد ہیں ہندوستانی مرکزی گورنمنٹ کی دخل اندازی کا شکار نہ ہوں جس میں ہندو اکثریت ہوگی۔ اب فرض کرو کہ بنگال پنجاب۔ سندھ میں مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ لیکن اگر فیڈرل حکومت کا طریق ہندوستان میں رائج نہ ہوگا۔ تو ہندوستان کی مرکزی حکومت کو ہر وقت اختیار ہوگا۔ کہ وہ ان صوبوں کی ترقی میں روک بن جائے۔ اور آئے دن ان کے انتظام میں نقص نکال کر ان کے بعض اختیارات کو واپس لے لے۔ یا ان کے پاس کردہ قوانین کو رد کر دے۔ اور اس طرح مسلمانوں کی اکثریت کا کچھ بھی فائدہ نہ رہے۔ یہ ایک خیالی شبہ نہیں ہے۔ بلکہ نہرو کمیٹی کی رپورٹ نے اس شبہ کو قوی کر دیا ہے۔ نہرو کمیٹی سندھ کی علیحدگی پر بحث کرتے ہوئے لکھتی ہے

"ہمیں شبہ ہے۔ کہ علیحدگی (سندھ) کی مخالفت کسی بڑے قومی خیال کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ مادی اقتصادی خیالات پر مبنی ہے۔ ہندوؤں کو ڈر ہے۔ کہ اگر ایک جداگانہ صوبہ میں مسلمانوں کو اختیارات حاصل ہوئے۔ تو ہندوؤں کی اقتصادی برتری کو نقصان پہنچیگا۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ یہ خوف بلا وجہ ہے۔ ہندوستان کے تمام باشندوں میں سے سندھ کا ہندو اقدام ونفوذ کا مادہ سب سے زیادہ رکھتا ہے۔ سیاح ہے دنیا کے ہر گوشہ میں نہایت کامیاب تجارت کرتا ہوا اور اپنی کمائی سے اپنے ملک کی دولت بڑھاتا ہوا پایا جاتا ہے۔ کوئی شخص اس اقدام کی طاقت کو سندھ کے ہندوؤں سے چھین نہیں سکتا۔ اور جب تک یہ طاقت ان میں موجود ہے۔ اس وقت تک ان کا مستقبل بالکل محفوظ ہے۔ نیز اس امر کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ صوبہ جات کی حکومتوں کے اختیارات محدود ہونگے۔ اور ایک مرکزی حکومت موجود ہوگی۔ جو تمام اہم محکمہ جات کے متعلق اختیارات رکھتی ہوگی"

(نہرو رپورٹ صفحہ ۳۲)

اول تو اس عبارت کو پڑھ کر اور دوسری طرف مسلمانوں کے خوف کے متعلق نہرو رپورٹ نے جو کچھ لکھا ہے۔ اسی سے انسان معلوم کر لیتا ہے۔ کہ مسلمانوں سے کس قسم کی ہمدردی کی جائے گی۔ کیونکہ جہاں ہندوؤں کے خوف کو اس محبت اور ادب سے دور کیا ہے۔ مسلمانوں کے خوف کے متعلق اسی رپورٹ میں لکھا ہے:-

"ایک نو وارد ان اعداد کو دیکھکر اور مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ لگا کر غالباً یہی خیال کرے گا۔ کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کے خود قابل ہیں۔ اور انہیں کسی خاص حفاظت اور چمچوں کے ذریعہ سے دودھ پلانے کی ضرورت نہیں ہے" (صفحہ ۲۸)

گویا کہ مسلمان کے جذبات اس رپورٹ کے لکھنے والوں کے نزدیک کچھ بھی قیمت نہیں رکھتے۔ جبکہ ہندو کا دل دکھانا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ مگر اس کے علاوہ اوپر کے حوالہ سے یہ بھی صاف طور پر عیاں ہے کہ رپورٹ لکھنے والے سندھ کے ہندوؤں کو تسلی دلاتے ہیں۔ کہ وہ سندھ میں مسلمانوں کی کثرت سے نہ گھبرائیں۔ کیونکہ اوپر ہم جو مرکزی گورنمنٹ والے موجود ہیں۔ جب اور جس وقت تمہاری اقتصادی برتری کو صدمہ پہنچنے لگیگا۔ ہم دخل اندازی کر دینگے۔ گو لفظ ایک حد تک احتیاط کے استعمال کئے گئے ہیں۔ مگر مضمون بین السطور واضح ہے کہ مرکزی گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں طاقتیں اسی لئے رکھی ہیں۔ تا کہ صوبہ جات میں ہندوؤں کے حقوق کی حفاظت کی جا سکے۔ ہم خود نہیں چاہتے۔ کہ کسی کا حق مارا جائے۔ مگر ہمیں یہ شبہ ہے۔ کہ مرکزی گورنمنٹ مسلم اکثریت والے صوبوں کے کاموں میں صرف اسی وقت دخل نہ دے گی۔ جبکہ ہندوؤں کے حقوق تلف ہو رہے ہوں۔ بلکہ بے جا دخل دے کر مسلمان صوبوں کو ترقی کے راستہ سے روک دے گی۔ اور مسلمانوں کی ترقی کی تدابیر کو اختیار نہ کرنے دیگی۔ جس طرح کہ پچھلے زمانہ میں یورپین طاقتیں ٹرکی میں مسلمانوں کی ترقی کے راستہ میں روک ڈالا کرتی تھیں۔ لیکن یہی وجہ نہیں۔ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ ہندوستان کی وسعت اور اس کی زبانوں اور قوموں اور عادات کا اختلاف چاہتا ہے۔ کہ ہر صوبہ الگ الگ آزادانہ ترقی کرے۔ ملکی حکومت کبھی بھی ہندوستان کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ فیڈرل اصول پر ہو۔ اور فیڈرل یعنی اتحادی اصول پر حکومت کوئی غیر مجرب شے نہیں ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اس اصل پر حکومت کر رہی ہیں۔ اور اس وقت سب دنیا کی حکومتوں سے طاقتور اور مالدار ہیں۔

ہاں یہ قانون ضرور ہونا چاہیئے۔ کہ صوبہ جات کو کسی وقت اور کسی صورت میں بھی مرکزی حکومت سے علیٰحدہ ہونے کا اختیار نہ ہوگا یہ ذمہ واری ہر ایک صُوبہ اپنے اوپر لے لیگا۔ تو ہندوستان کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا کوئی احتمال نہ رہے گا۔ جیسا کہ ایک وقت ریاست ہائے متحدہ کو خطرہ ہوا تھا۔

**دُوسرا مُطالبہ** اس پارٹی کا یہ ہے۔ کہ مختلف اقوام کی نیابت کے متعلق اس اصل کو تسلیم کرلیا جائے۔ کہ جن صوبوں میں کہ کسی قوم کی اقلیت کمزور ہے۔ ان میں اس کے ہر قسم کے خیالات کے لوگوں اور ہر قسم کے فوائد کی نیابت کا راستہ کھولنے کے لئے جس قدر ممبریوں کا اسے حق ہو۔ اس سے زیادہ ممبریاں اسے دیدی جائیں۔ لیکن جن صوبوں میں کہ اقلیت والی قوم یا اقوام مضبوط ہوں۔ وہاں انہیں ان کی اصلی تعداد کے مطابق حق نیابت دیا جائے۔ کیونکہ ان صوبوں میں اگر اقلیت کو زیادہ حقوق دئے گئے تو اکثریت اقلیت میں تبدیل ہوجائے گی۔ اس اصل کے ماتحت پنجاب اور بنگال میں ہر ایک قوم کو اس کی تعداد کے مطابق حق ممبری دیا جانیگا کیونکہ ان دونوں صوبوں میں گو مسلمان زیادہ ہیں۔ مگر صرف پچپن اور چون فیصدی ہیں۔ اور اگر ان کے حق میں سے کچھ کم کرکے ہندوؤں یا سکھوں کو دیا جائے۔ تو مسلمانوں کی اکثریت اقلیت سے بدل جاتی ہے۔ اور حکومت میں غلبہ ان صوبوں میں بھی ہندوؤں کا ہی ہوجاتا ہے۔ اس کے برخلاف۔ یو۔ پی۔ بہار۔ بمبئی۔ مدراس اور سی۔ پی میں ہندوؤں کی اکثریت بہت زیادہ ہے۔ اور مسلمان بہت کم ہیں۔ پس مسلمانوں کو اوپر کے قاعدہ کے مطابق اپنے حق سے زیادہ ممبریاں ملنی چاہئیں۔ تاکہ ان کی مختلف جماعتوں کو نیابت کا موقعہ مل جائے اور اس طرح مسلمانوں کو زیادہ حق دینے سے ہندوؤں کا کوئی نقصان بھی نہیں۔ کیونکہ وُہ پھر بھی مسلمانوں سے بہت زیادہ رہیں گے۔ اسی طرح صوبہ سرحدی، صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان میں مسلمان بہت زیادہ ہیں۔ پس ان تین صوبوں میں ہندوؤں کو ان کے حق سے زیادہ ممبریاں ملنی چاہئیں۔ تاکہ ان کے ہر قسم کے فوائد کی کونسلوں میں نیابت ہوجائے۔

اسی کے ساتھ یہ مطالبہ بھی ہے۔ کہ چونکہ کل ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد صرف پچیس ۲۵ فیصدی ہے۔ اس لئے انہیں مرکزی حکومت میں کم سے کم تینتیس فیصدی نیابت کا حق دیا جائے۔ یعنی جب تک مسلمان تینتیس فیصدی سے کم ہیں۔ انہیں تینتیس فیصدی نیابت کا حق ہو جب وہ مقدار میں اس نسبت سے بڑھ جائیں تو پھر جس قدر حق ان کا بنتا ہو۔ وُہ اُنہیں دیا جائے۔

**تیسرا مطالبہ** یہ ہے۔ کہ جب تک ہندوؤں اور مسلمانوں میں اعتبار قائم نہ ہوجائے۔ اس وقت تک سب صوبوں میں اور کم سے کم پنجاب اور بنگال میں کہ جن میں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے تھوڑی ہی زیادہ ہے۔ جداگانہ انتخاب کا طریق جاری رہے۔ تاکہ مسلمانوں کے نمائندے واقعہ میں مسلمانوں کے نمائندے ہوں۔ اور ہندو اثر کے ماتحت ہوکر مسلمانوں کے فوائد کو تباہی کرنیوالے نہ بنیں۔

**چوتھا مطالبہ** یہ ہے۔ کہ صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو دوسرے صوبوں کی طرح نیابتی حکومت دی جائے۔ اور سندھ کو الگ صوبہ بنا کر اسے بھی نیابتی حکومت دی جائے۔

**پانچواں مُطالبہ** یہ ہے۔ کہ کسی صوبہ میں بھی اکثریت کو اقلیت کی زبان یا اس کے طرز تحریر میں دخل دینے کا حق نہ ہو۔ بلکہ اقلیت اگر اپنی زبان کو زندہ رکھنا چاہے۔ تو اس زبان کی تعلیم کا سکولوں میں انتظام کرنا حکومت کے لئے ضروری قرار دیا جائے۔

**چھٹا مُطالبہ** یہ ہے۔ کہ حکومت کو مذہب یا مذہب کی تبلیغ میں دخل دینے کا کوئی حق نہ ہو۔ نہ تبدیل مذہب کے لئے وہ کوئی پابندیاں مقرر کرسکے۔ اور نہ حکومت کو کوئی ایسا قانون پاس کرنے کا اختیار ہو۔ جو کہ کسی قوم کی تمدنی یا اقتصادی حالت کو نقصان پہونچانے والا ہو۔ جیسے مثلاً گائے کی ذبح کے متعلق یا اسی قسم کے اور امور کے متعلق۔ اس قسم کے قوانین اسی وقت پاس کئے جائیں جبکہ خود اس قوم کے ¾ ممبران کی تائید میں ہوں جن پر اثر قانون کا خاص طور پر اثر ہوتا ہو۔

میری طرف سے **ساتواں مطالبہ** یہ بھی پیش ہونا رہا ہے۔ کہ ان حقوق کو قانون اساسی میں داخل کیا جائے۔ اور قانون اساسی اس وقت تک نہ بدلا جاسکے۔ جب تک کہ منتخب شدہ ممبروں میں سے ¾ ممبر اس کے بدلنے کی رائے نہ دیں۔ اور یہی کافی نہ ہو بلکہ اس کے بدلنے کے لئے یہ شرط بھی ہو۔ کہ تین دفعہ کی متواتر منتخب شدہ مجالس آئینی پے درپے ¾ رائے سے اس کے بدلنے کا فیصلہ کریں۔ اور قانون اساسی کا جو حصہ کسی خاص قوم کے حقوق کے متعلق ہو۔ اس کے متعلق یہ شرط ہو۔ کہ جب تک اس قوم کے ¾ ممبر جس کے حقوق کی حفاظت اس قانون میں تھی۔ اس کے بدلنے کے حق میں نہ ہوں۔ اور تین متواتر طور پر منتخب شدہ کونسلوں میں وہ اس تبدیلی کے حق میں ووٹ نہ دیں اسے پاس نہ سمجھا جائے۔ اور پھر اسی صوبہ میں اس تبدیلی کا نفاذ ہو۔ جس صوبہ کی کونسل کے اس قوم کے ¾ منتخب شدہ ممبر اس کے نفاذ کے حق میں رائے دے دیں۔ اگر یہ شرط نہ لگائی گئی۔ تو ہندوؤں کو ہر وقت اختیار ہوگا۔ کہ اپنی اکثریت کے زور سے قانون کو بدل دیں اور ان حفاظتی تدابیر کو منسوخ کردیں۔ جنہیں قانون اساسی کے بناتے ہوئے مسلمانوں کی خاطر منظور کرلیا جائے۔

## کلکتہ لیگ کے مطالبات

کلکتہ لیگ جس کی نمائندگی کا نہرو کمیٹی کو دعوےٰ ہے۔ اس کا فیصلہ یہ تھا کہ اس کے نمائندے کانگریس کے ساتھ قانون اساسی بنانے میں شریک ہوں۔ مگر ان امور کا خیال رکھیں۔ کہ

۱۔ سندھ ایک مستقل اور خود مختار صوبہ بنایا جائے۔

۲۔ صوبہ سرحدی اور بلوچستان میں بھی اصلاحات جاری کی جائیں۔ اور باقی صوبوں کے برابر اختیارات ان کو بھی دئے جائیں۔

۳۔ موجودہ حالات میں مختلف صوبہ جات میں جداگانہ انتخاب مسلمانوں کی نمائندگی کے لئے ضروری ہے۔ اور مسلمان اس حق کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ جب تک کہ سندھ کو ایک مستقل اور خود مختار صُوبہ نہ بنا دیا جائے۔ اور صوبۂ سرحدی اور بلوچستان میں اصلاحات نہ جاری کردی جائیں۔

جب یہ شرطیں مکمل طور پر پُوری ہوجائیں۔ تب مسلمان جداگانہ انتخاب کو مشترکہ انتخاب کے حق میں چھوڑنے کے لئے تیار ہونگے۔ مگر اس شرط سے۔ کہ آبادی کے تناسب سے ہر قوم کی نیابت محفوظ ہو۔ سوائے ان صورتوں کے جو ذیل میں درج ہے:۔

**الف**۔ صوبۂ سرحدی۔ بلوچستان اور سندھ میں مسلمان ہندوؤں کو ان کے جائز حقوق سے زیادہ اسی قدر حق دینگے۔ جس قدر زائد حقوق کہ ہندو دوسرے صوبوں میں جن میں ان کی اکثریت ہوگی۔ مسلمانوں کو دیں گے۔

**ب**۔ مرکزی حکومت میں موجودہ نیابت سے کم مسلمانوں کو نہ ملے گی۔

اس کے علاوہ لیگ نے مدراس کانگریس کے فیصلہ کو جو حریت ضمیر مذہبی قانون سازی اور گائے اور باجہ کے سوال کے متعلق تھا۔ قبول کرتے ہوئے فیصلہ کیا۔ کہ اسے بھی اوپر کے ریزولیوشن کے ساتھ شامل کیا جائے۔

بعض امور جو دوسری پارٹی کے مطالبات میں ہیں۔ وہ اس میں چھوڑ دئے گئے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ کلکتہ لیگ ان کے مخالف ہے۔ مثلاً حکومت اتحادی کا مطالبہ ان مطالبات میں شامل نہیں۔ لیکن جب ہم ان تقریروں کو دیکھتے ہیں۔ جو اس موقعہ پر کی گئی تھیں۔ تو ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کلکتہ لیگ کے ممبروں کے دماغ میں یہ بات موجود تھی۔ کہ صوبہ جات کو کامل آزاد حکومت حاصل ہوگی۔ مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد نے جو تقریر اسوقت کی تھی۔ اس کا مندرجہ ذیل فقرہ اپنے مضمون پر خود شاہد ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"اب نو ہندو صوبوں کے مقابل پر پانچ مسلمان صوبے ہونگے۔ اور جو سلوک بھی ہندو ان نو صوبوں میں مسلمانوں سے کرینگے۔ مسلمان وہی سلوک اپنے پانچ صوبوں میں ہندوؤں سے کریں گے۔ کیا یہ ایک بڑی کامیابی نہیں ہے؟ کیا مسلمانوں کے حقوق کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک نیا ہتھیار نہیں مل گیا؟"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۸ جنوری ۱۹۲۸ء)

یہ فقرہ بتاتا ہے۔ کہ مولوی ابوالکلام صاحب آزاد کے ذہن میں اسوقت یہی تھا۔ کہ صوبہ جات کامل طور پر خود مختار ہونگے۔ ورنہ اگر سب اہم اختیارات مرکزی حکومت کے ہاتھ میں ہونے تھے۔ اور صوبہ جات کے کاموں میں اسے دخل دینے کا اختیار حاصل ہونا تھا۔ تو پھر مسلمانوں کو کونسا نیا ہتھیار ملتا ہے۔ مرکزی حکومت جس میں ہندو اکثریت لازمی ہے۔ ہر وقت مسلم صوبہ جات کے کام میں دخل دے سکتی ہے۔ جیسا کہ نہرو رپورٹ والوں نے دبے الفاظ میں سندھ کے ہندوؤں سے وعدہ بھی کیا ہے۔ یا اسی طرح مثلاً زبان کا سوال ہے۔ کلکتہ لیگ نے زبان کے سوال کو نہیں اٹھایا۔ لیکن اس کی وجہ یہ نہیں۔ کہ وہ اس سوال کو اہمیت نہیں دیتی تھی۔ بلکہ محض اس وجہ سے کہ اس سوال کو کانگریس پہلے حل کرچکی تھی۔ اور ملک کی زبان ہندوستانی یا اردو تسلیم کرچکی تھی۔ جس کی تحریر فارسی یا ناگری

رسم الخط دونوں میں جائز ہوگی۔ پس کلکتہ لیگ نے یہ سمجھا۔ کہ جو فیصلہ کانگریس پہلے کر چکی ہے۔ اسے نہرو کمیٹی نظر انداز نہیں کرے گی۔

غرض گو بعض باتیں کلکتہ سشن کے ریزولیوشن میں نہیں ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ کلکتہ سشن ان کے مخالف تھا۔ کلکتہ سشن جس امر میں لاہور سشن سے مخالف ہے۔ وہ صرف یہ بات ہے۔ کہ لاہور کہتا ہے۔ ان صوبوں کا الگ کرنا ہمارا حق ہے۔ پس ہم اس حق کا مطالبہ بھی کریں گے۔ اور جداگانہ انتخاب کو بھی اس وقت تک نہیں چھوڑینگے۔ جب تک کہ ہمیں ہندوؤں پر اعتماد پیدا نہ ہو جائے۔ اور ہم یہ نہ دیکھ لیں۔ کہ وہ اپنے روپیہ اور اپنے رسوخ کو ہمارے تباہ کرنے پر خرچ نہیں کرتے۔ اس اختلاف کے سوا کوئی اصولی اختلاف کلکتہ اور لاہور میں نہیں ہے۔ اور کلکتہ سشن کے بانی مبانی اور اس کی روح رواں مسٹر جناح جنہوں نے شملہ کی آل مسلم کانفرنس میں مسلمانوں کی رائے کا اچھی طرح موازنہ کر لیا تھا۔ وہ اس امر کو جانتے تھے۔ کہ مسلمانوں کی اکثریت ان کے ساتھ نہیں۔ بلکہ لاہور کے ساتھ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تقریر کے دوران میں فرمایا تھا۔

"ہمیں (کلکتہ لیگ کے بانیوں کو) اس کمرہ میں اکثریت حاصل ہے۔ لیکن کیا ہمیں ملک میں بھی اکثریت حاصل ہوگی! (اس پر لوگوں نے کہا۔ ہاں) مسٹر جناح نے کہا۔ کہ میرے لئے اس سے زیادہ کوئی امر خوشکن نہ ہوگا۔ مگر انصاف یہ چاہتا ہے۔ کہ میں اقرار کروں۔ کہ مجھے اس امر پر اطمینان حاصل نہیں ہے۔ کہ ملک کے مسلمانوں کی اکثریت ہماری تائید میں ہے"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ ۔ ۲ ۔ جنوری صفحہ ۵ ۔ کالم ۳)

## نہرو رپورٹ کا فیصلہ

میں مسلمانوں کے مطالبات کو اوپر بیان کر چکا ہوں۔ اور یہ بھی ثابت کر چکا ہوں۔ کہ مسلمانوں کی دونوں پارٹیوں میں آئندہ سوراج کے متعلق کس قدر اختلاف ہے۔ اور یہ بھی کہ مسلمانوں کی دونوں پارٹیوں میں سے ہندوؤں کے نقطۂ نگاہ کا زیادہ پاس کرنے والی کلکتہ لیگ ہے۔ مگر وہ بھی صاف لفظوں میں یہ فیصلہ کر چکی ہے۔ کہ سوراج کی سکیم میں مسلمان اسی وقت شریک ہو سکتے ہیں۔ جبکہ اوپر کے بیان کردہ امور کا کلی طور پر فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہو جائے۔ گویا اوپر کے مطالبات ہندو مسلم صلح کی گفتگو کے لئے بطور بنیاد نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا پہلے منظور ہو جانا ہندو مسلم کی صلح کے لئے بطور شرط ہے۔ اور اس امر میں لاہور لیگ ان سے متفق ہے۔ ان کے مخالف نہیں۔ کیونکہ لاہور لیگ تو ان سے بھی زیادہ مطالبہ کرتی ہے۔ پس اس چھوٹے مطالبہ میں کسی کمی کو وہ کب جائز قرار دے سکتی ہے۔

اس قدر اظہار کے بعد اب میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ نہرو کمیٹی مذکورہ بالا امور کے متعلق کیا فیصلہ کرتی ہے۔

۱۔ پہلا سوال اتحادی یا فیڈرل طریق حکومت کا ہے۔ میں بتا چکا ہوں۔ کہ یہ سوال سب سوالات سے اہم ہے۔ اور اس کے بغیر کوئی حفاظت کا ذریعہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اکثر مسلمان اس امر کی تائید میں رائے دے چکے ہیں۔ اور مسٹر جناح کی لیگ بھی جیسا کہ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کے مذکورہ بالا فقرہ سے ظاہر ہے۔ اسی کی تائید میں تھی۔ لیکن نہرو رپورٹ نے بجائے اتحادی یا فیڈرل طریق حکومت کے ایک قسم کی یونی ٹیرین یا مرکزی حکومت کی تجویز پیش کی ہے۔ جو ملک کی اصل حاکم سمجھی جائے گی۔ اور صوبہ جات کے اختیار اس مرکزی حکومت سے حاصل کردہ ہونگے۔

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ نہرو کمیٹی کے ہوشیار ممبر اس امر کے متعلق صفائی کے ساتھ نہیں لکھ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ فوراً مسلمان بیدار ہو جائیں گے۔ اور شور کا دبانا مشکل ہو جائیگا اور چونکہ وہ ایسے اہم سوال کو بغیر اس الزام کا مورد بننے کے نظر انداز بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ یا تو سیاسیات سے نابلد ہیں۔ یا انہوں نے رپورٹ کے تیار کرنے میں محنت سے کام نہیں لیا۔ اس لئے انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اپنی رپورٹ کے ساتویں باب کے شروع میں اصل تجاویز میں یہ فقرہ لکھ دیا ہے۔ کہ

"ہم نے قانون اساسی کو مکمل صورت میں تیار کرنے کی کوشش نہیں کی" (صفحہ ۱۰۰)

لیکن باوجود اس کے کون عقلمند آدمی کہہ سکتا ہے۔ کہ قانون اساسی کے تیار کرنے والے بغیر مورد الزام بننے کے اس امر کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ کہ آئندہ حکومت ملکی شکل کیا ہوگی؟ مگر نہرو کمیٹی نے ایسا کیا ہے لیکن ایسا اہم سوال چونکہ قانون اساسی سے کسی صورت سے بھی جدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جس امر کو تعریف کے حذف کر دینے سے چھپایا گیا ہے۔ اسے تفاصیل نے ظاہر کر دیا ہے۔ اور رپورٹ کے متعدد مقامات ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ رپورٹ نے ایک مضبوط سنٹرل اور ایک رنگ کی یونی ٹیرین گورنمنٹ تجویز کی ہے۔ چنانچہ رپورٹ کے اب تجاویز کے عنوان پارلیمنٹ کے نیچے چونتیسویں مادہ میں لکھا ہے:۔

"صوبہ جات کی کونسلوں کے اختیارات تمام ان امور پر حاوی ہیں۔ جنہیں فہرست دوم میں گنایا گیا ہے" صفحہ ۱۱۱

اسی طرح رپورٹ کے عنوان پارلیمنٹ کے نیچے تیرھویں مادہ کی پہلی شق میں یوں درج ہے۔ کہ یہ پارلیمنٹ قانون بنائے گی:۔

"امن نظام اور کامن ولتھ کی حکومت کے اچھی طرح چلنے کے لئے ان تمام امور کے متعلق جو اس قانون کے مطابق صوبوں کی کونسلوں کے سپرد نہیں کئے گئے" (صفحہ ۱۰۴)

اس فقرہ سے ظاہر ہے۔ کہ آئندہ حکومت ہند میں صوبوں سے مرکزی حکومت کو اختیارات نہیں دئے گئے۔ بلکہ مرکزی حکومت کی طرف سے صوبوں کو اختیارات دئے گئے ہیں۔ اسی طرح صوبہ جات کی مجالس وضع قوانین کے عنوان کے نیچے مادہ تیس کے ماتحت لکھا ہے۔

"صوبہ کی آمد میں سے بادشاہ کو گورنر صوبہ کی تنخواہ کے طور پر...... سالانہ رقم ادا کی جائے گی جو کہ جب تک کامن ولتھ کی پارلیمنٹ کوئی دوسرا فیصلہ نہ کرے۔ اس قاعدہ کے مطابق ہوگی۔ جو ساتھ درج ہے" (صفحہ ۱۰۹)

اس قاعدہ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ صوبہ جات کی مجالس کو مرکزی مجلس کے ماتحت رکھا گیا ہے۔ اور واضح حوالہ سول سروس کے عنوان کے نیچے ملتا ہے۔ اس عنوان کے نیچے اکیاسیویں مادہ کے ماتحت لکھا ہے:۔

"پارلیمنٹ قانون بنانے کا اختیار اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر اور معین کردہ امور کے متعلق گورنر جنرل ان کونسل یا صوبہ جات کی گورنمنٹوں کو بھی دے سکتی ہے" (صفحہ ۱۲۱)

ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نہرو کمیٹی نے جو قانون اساسی حکومت ہند کے لئے تجویز کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے مجموعی مطالبہ کے بالکل مخالف ہے۔ مسلمانوں کا مطالبہ فیڈرل یا اتحادی گورنمنٹ کا تھا جس میں کہ سب صوبے آزادانہ حکومت رکھتے ہوں۔ اور وہ اپنی مرضی سے بعض ایسے اختیارات جو بغیر مرکزی حکومت کی موجودگی کے نہیں برتے جا سکتے۔ ایک مرکزی حکومت کو تفویض کر دیں۔ اور مرکزی حکومت کو یہ اختیار حاصل نہ ہو۔ کہ وہ صوبہ جات کے اندرونی انتظام میں کسی قسم کا بھی دخل دے سکے۔

یہ ظاہر ہے۔ کہ بغیر اس قسم کی گورنمنٹ کے مسلمانوں کو ہندوستان میں امن نہیں حاصل ہو سکتا۔ اگر مسلمانوں کا مطالبہ سندھ۔ صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو اختیار حاصل کرنے کا ہے۔ تو محض اس لئے کہ ہندوؤں کو اس وجہ سے ان صوبوں میں مسلمانوں پر ظلم کرنے کا خیال پیدا نہیں ہو سکیگا۔ جہاں مسلمان کم ہیں۔ کیونکہ مسلمان آزاد صوبوں میں بھی ہندو آبادی بس رہی ہوگی۔ لیکن اگر اصل اختیارات مرکزی حکومت کے ہاتھ میں ہیں۔ تو پھر اس احتیاط سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ جب مرکزی حکومت ہر وقت دخل دے سکتی ہے۔ تو جس وقت وہ چاہے گی مسلمانوں کے صوبوں کے معاملات میں دخل دے دیگی۔ اگر کہو۔ کہ ایسا کیوں کرے گی۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ اصل سوال تو ہے ہی یہی۔ کہ دو قوموں کو ایک دوسرے پر بے اعتباری ہے۔ اگر بے اعتباری نہیں۔ تو یہ سب شرطیں اور پابندیاں لگائی ہی کیوں جاتی ہیں۔ صاف کہدو۔ کہ ہمیں اپنے ہندو بھائیوں پر اعتبار ہے۔ وہ جس طرح چاہیں حکومت کریں ہمیں ان سے ہر ایک طرح نیک امید ہے۔ اس نتیجہ پر پہنچ جاؤ۔ تو آج ہی سب جھگڑے کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اسی وقت ہندو اٹھکر آپ لوگوں کو گلے لگا لیں گے۔

۲۔ دوسرا مطالبہ یہ تھا۔ کہ جس جس صوبہ میں اقلیت نہایت کمزور ہو۔ وہاں اسے اپنے اصل حق سے زائد حق دیا جائے۔ اور جس جگہ اقلیت کم ہو۔ اور وہاں جہاں طاقتور ہو۔ ... کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ زائد حق کسی جگہ بھی نہ دیا جائے۔ نہ اس جگہ جہاں اقلیت کم ہو۔ اور نہ وہاں جہاں طاقتور ہو۔ چنانچہ رپورٹ میں لکھا ہے:

"تعداد آبادی کی نسبت سے زائد نمائندگی جو لکھنؤ کے معاہدہ اور مانٹیگو چیمسفورڈ سکیم کے مطابق مسلمانوں کو بعض صوبوں میں دی گئی تھی۔ وہ ہماری سکیم کے مطابق واپس لے لی جائے گی" (صفحہ ۵۲)

گویا اس مطالبہ کو بھی جو کلکتہ اور لاہور لیگ کا مشترکہ تھا۔ رد کر دیا گیا ہے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ مسلمانوں نے چونکہ پنجاب اور بنگال میں بوجہ تعداد میں زیادہ ہونے کے ہندوؤں کی حکومت سے انکار کیا تھا اس کے بدلہ میں دوسرے صوبہ کے مسلمانوں کو نمائندگی کی ایک قلیل زیادتی سے محروم کر دیا جائے۔ جس سے وہ حاکم نہیں بنتے تھے۔ صرف اتنا تھا۔ کہ مختلف جماعتوں اور سیاسی انجمنوں کی نیابت آسانی سے صوبوں کی حکومت میں ہو سکتی تھی۔

اسی مُطالبہ کے ضمن میں مسلمانوں کا یہ مطالبہ بھی تھا۔ کہ مرکزی حکومت میں بہ جائے پچیس ۲۵ فیصدی کے مسلمانوں کو ۳۳ فیصدی نمائندگی کا حق دیا جائے۔ تاکہ مختلف صوبوں سے ان کی نیابت اچھی طرح ہو سکے اس مطالبہ میں کلکتہ اور لاہور لیگ برابر کی شریک ہیں۔ نہرو کمیٹی نے اس مطالبہ کو بھی رد کر دیا ہے۔ وہ لکھتی ہے:۔

"مسلمان برطانوی ہندوستان میں ایک چوتھائی سے کچھ کم ہیں۔ اور ان کے لئے مرکزی پارلیمنٹ میں اس نسبت آبادی سے زیادہ ممبریاں ہرگز محفوظ نہیں کی جا سکتیں" صفحہ ۵۱

اس وقت لیجسلیٹو اسمبلی میں مسلمانوں کی تعداد گو پوری تینتیس فیصدی نہیں ہے۔ مگر چوتھائی سے زیادہ ہے۔ چنانچہ نہرو رپورٹ میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد لیجسلیٹو اسمبلی میں تیس فیصدی ہے۔ نہرو رپورٹ آئندہ نظام حکومت میں مسلمانوں کو اس قدر بھی حق نہیں دینا چاہتی۔ گویا مسلم لیگ تو اس بنا پر کہ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کی نمائندگی چوتھائی ممبروں سے نہیں ہو سکتی۔ اور کسی قدر زیادہ ممبریوں کے دینے سے ہندوؤں کو کوئی نقصان نہیں موجودہ ممبریوں سے زیادہ کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور کم سے کم اس کا مطالبہ یہ ہے۔ کہ موجودہ تعداد ہی رہنے دی جائے۔ لیکن نہرو کمیٹی موجودہ حق کو بھی چھین کر مسلمانوں کی نیابت کو ایک چوتھائی پر لے آئی ہے۔ اور مسلم لیگ کے دعوے پر وہی مثل صادق آتی ہے۔ کہ

چوبے جی چھبے ہونے گئے تھے دوبے ہو کر آئے ؎

۳۔ تیسرے مطالبہ میں مسلمانوں میں اختلاف تھا۔ لاہور لیگ جب تک ہندو مسلمانوں میں اعتبار قائم نہ ہو جائے۔ اور مسلمان اپنی مرضی سے جداگانہ انتخاب کو چھوڑنے پر راضی نہ ہوں۔ جداگانہ انتخاب کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھی۔ کلکتہ لیگ کے نزدیک اگر سندھ کو الگ صوبہ بنا دیا جائے۔ اور صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو وہی اختیارات دیدئیے جائیں۔ جو باقی صوبوں کو تھے ان تبدیلیوں کے مکمل ہو جانے کے بعد کوئی ہرج نہ تھا۔ اگر مسلمان اپنے جداگانہ انتخاب کے حق کو چھوڑ دیں۔ ان دونوں مطالبات میں سے کسی مطالبہ کو بھی لے لیا جائے۔ نہرو رپورٹ نے اسے پورا نہیں کیا۔ نہرو کمیٹی تسلیم کرتی ہے۔ کہ مسلم لیگ کونسل کا یہ فیصلہ تھا۔ کہ یہ کم سے کم مطالبہ ہے جسے کم کرنے کے لئے مسلمان تیار نہیں ہونگے۔ اور کلکتہ لیگ کے ریزولیوشن بتلاتے ہیں۔ کہ اس کا بھی یہی منشا تھا۔ کیونکہ جیسا کہ میں اوپر درج کر آیا ہوں۔ کلکتہ لیگ کے ریزولیوشن میں یہ الفاظ صاف طور پر درج ہیں کہ

"مسلمان اس حق کو ہرگز نہیں چھوڑینگے۔ جبتک کہ سندھ کو ایک مستقل اور خود مختار صوبہ نہ بنا دیا جائے۔ اور صوبہ سرحدی اور بلوچستان میں اصلاحات نہ جاری کر دی جائیں"

لیکن نہرو کمیٹی ان تین امور میں سے صرف ایک کو تسلیم کرتی ہے۔ یعنی صوبہ سرحدی کو نیابتی حقوق دینے کی تائید کرتی ہے۔ سندھ کے متعلق وہ شرطیں لگاتی ہے۔ کہ فلاں فلاں شرط کے ماتحت اسے آزاد کیا جا سکتا ہے اور بلوچستان کا ذکر وہ بالکل مشتبہ الفاظ میں کرتی ہے اس کے صفحہ ۱۲۵ پر یہ الفاظ درج ہیں:۔

"جن صوبوں کی غیر مسلم اقلیتوں کے بارے میں بحث کی مرتضیٰ ہے۔ وہ صوبہ سرحدی اور بلوچستان ہیں"

اس فقرہ سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ امر اس کے مرتبین کے ذہن میں تھا۔ کہ بلوچستان میں ہندوؤں کے حقوق کا سوال پیدا ہوگا۔ مگر صفحہ ۱۲۴ پر قانون اساسی کے عنوان ثانوی فرقہ وارانہ نمائندگی کے نیچے ساتویں مادہ میں لکھا ہے:۔

"صوبہ سرحدی میں اور تمام نئے بنائے ہوئے صوبوں میں جو پُرانے صوبوں سے کاٹکر بنائے جائینگے۔ وہی طریق حکومت ہوگا جو دوسرے ہندوستان کے صوبوں میں رائج ہوگا"

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قانون اساسی میں بلوچستان کے ذکر کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ یہ غلطی سے ہو مگر بہرحال معاملہ مشتبہ ہے۔ اور ہمیں اس وقت تک یہی کہنا چاہیئے۔ کہ نہرو کمیٹی نے ان شرطوں کو پورا نہیں کیا۔ جن پر کلکتہ لیگ جداگانہ انتخاب کے حق کو چھوڑنے کے لئے تیار تھی۔ اور جن کے باوجود بھی لاہور مسلم لیگ جداگانہ انتخاب کو کچھ عرصہ کے لئے چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھی ؎

لیکن معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ کلکتہ لیگ کے ریزولیوشن کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں۔ کہ لیگ صرف یہ نہیں کہتی۔ کہ ہندو صاحبان ان شرطوں کو پورا کرنے پر راضی ہو جائیں۔ تو جداگانہ انتخاب کو اڑا دیا جائیگا بلکہ وہ دو احتیاطیں اور کر دیتی ہے۔ وہ یہ بھی شرط لگاتی ہے۔ کہ ان پر عملدرآمد بھی ہو جائے۔ اور دوسری شرط یہ لگاتی ہے۔ کہ اس عملدرآمد پر مسلمان اپنی تسلی بھی کر لیں۔ کہ ان کے منشا کے مطابق کام ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ کہتی ہے

"جب یہ شرطیں مکمل طور پر پوری ہو جائیں۔ تب مسلمان جداگانہ انتخاب کو مشترکہ انتخاب کے حق میں چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائیں گے"

لیکن نہرو کمیٹی بغیر ان کے پورا ہونے کے صرف اپنا مشورہ دیکر جداگانہ انتخاب کو اڑا دیتی ہے۔ حالانکہ مسلم لیگ کی شرط کے مطابق اسے چاہیئے تھا۔ کہ صاف طور پر لکھتی۔ کہ مشترکہ انتخاب اسی وقت سے شروع ہوگا جبکہ پہلی تین باتیں پوری ہو جائیں۔ اسی طرح مسلم لیگ کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ تب مسلمان جداگانہ انتخاب چھوڑنے کے لئے تیار ہونگے۔ انگریزی ریزولیوشن کے الفاظ یہ ہیں۔

will be

prepared to abandon

ان الفاظ میں اختیار ابھی مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہی رکھا گیا ہے۔ گو یہ مطلب نہیں۔ کہ اگر مسلمان چاہیں۔ تو پھر بھی نہ چھوڑیں۔ لیکن یہ مطلب ضرور ہے۔ کہ مسلمان پہلے اپنی تسلی کر لیں کہ ان کی شرائط پوری ہو گئی ہیں۔ تب وہ اپنا آخری فیصلہ دینگے۔ کہ اب جداگانہ انتخاب کو اڑا دیا جائے مگر نہرو رپورٹ نے ہرگز ان شرائط کا خیال نہیں کیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ شملہ کی آل پارٹیز مسلم کانفرنس میں جب یہ سوال بار بار پیش کیا جاتا تھا۔ کہ اگر ہندو ہماری شرطوں پر راضی ہو جائیں۔ لیکن بعد میں عذر کر دیں۔ کہ ہم تو راضی ہیں۔ لیکن فلاں فلاں روک کے سبب سے ابھی اس پر عملدرآمد نہیں ہو سکتا۔ تو پھر آپ کے ہاتھ میں کیا رہ جائیگا۔ تو مسٹر جناح بڑے زور سے کہتے تھے۔ کہ ہماری سفارش کے لفظوں پر غور نہیں کیا گیا۔ ان سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جداگانہ انتخاب اس وقت سے جاری کیا جائیگا جب ہماری شرائط پر عملدرآمد ہو جائیگا۔ صرف ہندوؤں کے منظور کر لینے سے انتخاب کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ لیکن ابھی ایک سال نہیں گذرا کہ مسٹر جناح کے اس خیال کی تردید ہو گئی ہے۔ نہرو رپورٹ بغیر ان شرطوں پر عملدرآمد ہونے کے بلکہ بغیر ان شرطوں کو مکمل طور پر منظور کرنے کے جداگانہ انتخاب کا فیصلہ کرتی ہے۔ اور ان شرائط کا ذکر تک نہیں کرتی۔ مسلمانوں کی ایک جماعت نے ہندوستان میں امن کے قیام کے لئے باوجود سخت خطرات کے جداگانہ انتخاب کے حق کو چھوڑنے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ اور اپنی قوم سے لڑائی مول لی تھی۔ مگر اس کی تجاویز کا نہرو کمیٹی کے ہاتھوں جو حشر ہوا ہے۔ میں اسے اوپر بیان کر چکا ہوں۔ جب شروع میں یہ حال ہے۔ جب سوراج کے حصول کے جوش میں ان لوگوں کو مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی تمنا ہے۔ تو اس وقت کیا ہوگا۔ جب حکومت مل جائے گی۔ اور سب اختیار انہی لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا۔

۴۔ چوتھا سوال۔ صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو نیابتی حکومت دینے اور سندھ کو الگ صوبہ بنا کر نیابتی حکومت دینے کے متعلق تھا۔ نہرو کمیٹی نے صوبہ سرحدی کے متعلق مطالبہ کو تسلیم کیا ہے۔ بلوچستان کو مشتبہ چھوڑ دیا ہے۔ اور سندھ کے متعلق یہ شرط لگا دی ہے۔ کہ جب تک وہ مالی طور پر اپنا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ ہو جائے یا اس کے باشندے مالی بوجھ کو اٹھانے کے لئے آمادہ نہ ہوں۔ اس وقت تک اس صوبہ کو آزاد نہ کیا جائے۔ بظاہر یہ شرطیں معقول معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ جو صوبہ اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ وہ الگ کس طرح ہو سکتا ہے۔ گو مسلمان یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر وہ بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اور الگ نہیں ہو سکتا تو پھر جداگانہ انتخاب کو بھی نہ اُڑاؤ جس کے لئے سندھ کی علیحدگی بطور شرط ہے۔ مگر میں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ نہرو کمیٹی کے ان سیدھے سادے فقروں کے نیچے نہایت گہرا مضمون پوشیدہ ہے۔ بوجھ کا لفظ ایسا غیر محدود ہے۔ کہ اس کی حدبندی میں ہی سندھ کو علیحدگی سے محروم رکھا جا سکتا ہے۔ بوجھ سے مراد ایک سیدھا سادہ نظام بھی ہو سکتا ہے۔ جس کا اٹھانا یقیناً سندھ کے لئے مشکل نہ ہوگا۔ لیکن بوجھ سے مراد ایک ایسا بوجھ بھی ہو سکتا ہے۔ جسے سندھ جیسا چھوٹا صوبہ اٹھا ہی نہ سکے۔ اور اس صورت میں وہ کبھی الگ ہی نہ ہو سکے۔ میرے لئے شک کرنے کی کافی وجہ موجود ہے۔ کہ اس جگہ بوجھ سے مراد ضرورت اور طاقت سے زیادہ بوجھ ہے۔ کیونکہ نہرو رپورٹ ہی میں لکھا ہے۔ کہ اس کے پاس ایک درخواست سندھ کے ہندوؤں، مسلمانوں اور پارسیوں کی مشترکہ آئی تھی کہ سندھ کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اور مالی مشکلات کے متعلق اس درخواست میں یہ حل پیش کیا گیا تھا۔ کہ ان کا کوٹ ان کے کپڑے کے مطابق ہونا دیا جائے" یعنی جسقدر طاقت مالی ان کے صوبہ میں ہے۔ اسی کے مطابق ان کے صوبہ کی گورنمنٹ کا انتظام کر دیا جائے۔ اور زیادہ دیر تک ان کی حالت کی ترقی کا انتظار نہ کیا جائے۔ لیکن کمیٹی لکھتی ہے۔ کہ وہ انکی اس خواہش کو مالی مشکلات کا آخری حل نہیں قرار دیگی۔ صفحہ ۶۹۔ اس سے ظاہر ہے کہ سندھ کیلئے ایک ایسا انتظام تجویز کیا جائیگا۔ جو اسکی طاقت سے باہر ہو۔ اور چونکہ وہ اس بوجھ کو اٹھانیکا اقرار کر ہی نہ سکیگا۔ کیونکہ اسکے معنی یہ ہونگے۔ کہ وہ بجائے اقتصادی ترقی کے اپنی پہلی حالت کو بھی کھو بیٹھے۔ اسلئے سندھ کو الگ بھی نہیں کیا جائیگا۔ اس کا مزید ثبوت اس سے بھی ملتا ہے۔ کہ پنڈت موتی لال نہرو صاحب نے بمبئی کونسل میں سندھ کی علیحدگی کے مسودہ کو روکنا چاہا ہے۔ اور کانگرسی ممبروں کو متنبہ کیا ہے کہ اگر اس مسودہ کو مسلمان ضرور ہی پیش کریں۔ تو وہ اس کی مخالفت کریں ؎

۵. پانچواں سوال زبان کا تھا۔ اس سوال کو نہرو کمیٹی نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ ایک معمولی سوال ہے۔ اول تو یہ سوال معمولی نہیں ہے۔ اس سے مسلمانوں کی ترقی اور تنزل وابستہ ہے۔ ہندوستان کی آئندہ حکومت اردو کو آزاد چھوڑے پھر دیکھو کس طرح چند ہی سال میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے وہ تھوڑے بہت کام بھی نکل جاتے ہیں۔ جو اس وقت ان کے ہاتھ میں ہیں۔ اور کس طرح ان کی مخصوص تہذیب برباد ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر اسے معمولی بھی فرض کر لیا جائے تب بھی دیکھنا تو یہ ہے کہ جس قوم سے معاملہ ہے وہ اسے کیا اہمیت دیتی ہے۔ اگر مسلمان اردو کے سوال کو اہمیت دیتے ہیں۔ اور اسے اپنی زندگی اور موت کا سوال سمجھتے ہیں۔ تو اسے نظر انداز کرنے کا حق کسی کو نہیں پہونچتا۔ مگر میں اس امر پر بعد میں بحث کروں گا۔ کہ زبان کا سوال نہ معمولی ہے اور نہ یہ صرف ہندوستان میں پیدا ہوا ہے۔ بلکہ اسے دوسرے ممالک میں بھی اہمیت دی گئی ہے۔ اور اس کے لئے خاص قوانین بنائے گئے ہیں۔ جو قانون اساسی کے ساتھ ہی منظور کئے گئے ہیں۔

۶۔ چھٹا مطالبہ مذہبی اور اقتصادی دست اندازی سے روکنے کے متعلق تھا۔ لیکن اس کے متعلق بھی نہرو کمیٹی کی رپورٹ واضح نہیں ہے۔ بلکہ لفظوں کے ہیر پھیر میں اس مطالبہ کی اہمیت اور اس کی وسعت کو دبا دیا گیا ہے۔ اس کے متعلق جو کچھ نہرو کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے۔ وہ ذیل میں درج ہے۔ وہ اصولی حقوق کے عنوان کے نیچے چوتھے مادہ میں لکھتی ہے۔

"ضمیر کی آزادی اور مذہب کا آزادانہ اقرار اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق بشرطیکہ ایسا مذہبی فعل یا اعلان ملکی امن اور اخلاق کے خلاف نہ ہو ہر فرد بشر کو حاصل ہوگا" صـ۱۰۲

یہ الفاظ مسلمانوں کے مطالبہ کو پورا نہیں کرتے۔ گائے کی قربانی پر ہمیشہ ہندو فساد کرتے ہیں۔ اس قانون کے رو سے ان کے فساد کی بنا پر گائے کی قربانی سے مسلمانوں کو روکا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اسمیں مذہب کی تبلیغ کے متعلق کچھ ذکر نہیں۔ یہ قانون ہر شخص کو صرف یہ حق دیتا ہے۔ کہ وہ اپنے مذہب کا آزادی سے اظہار کرے۔ مگر اس امر کا حق نہیں دیتا کہ کوئی شخص دوسرے کو آزادی سے تبلیغ کر سکے۔ قانون کسی وقت کہہ سکتا ہے کہ چونکہ تبلیغ سے فساد ہوتا ہے۔ اس لئے ہم اس سے روکتے ہیں تم اپنے مذہب کا اظہار کر سکتے ہو۔ لیکن دوسرے شخص کو اس کی دعوت نہیں دے سکتے۔ اسی طرح قانون کسی وقت کہہ سکتا ہے کہ چونکہ مذہب کی تبدیلی سے فساد ہوتے ہیں۔ ہم مذہب کی تبدیلی کی اجازت نہیں دیتے۔ ضمیر کی آزادی کا قانون اس کو نہیں روک سکتا۔ کیونکہ ضمیر کی آزادی صرف عقیدہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور مذہب کی تبدیلی ایک قوم کو چھوڑ کر دوسری میں شامل ہونے کا نام ہے۔ اور اگر [illegible] قانون بنایا جا سکتا ہے۔ کہ مجسٹریٹ کے سرٹیفکیٹ کے بغیر کوئی شخص مذہب تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی جائے کہ اس طرح جبر وغیرہ نہ ہو سکیگا۔ اور اس طرح تبدیلی مذہب کا سلسلہ روک دیا جائے۔ جیسا کہ آج کل کئی ریاستوں میں ہو رہا ہے۔ اول تو اس قدر لمبی مصیبت کو لوگ برداشت نہیں کرتے۔ اور اگر درخواست دیں۔ تو پھر پوچھا جاتا ہے۔ کس نے تبلیغ کی۔ کس طرح کی۔ کوئی دباؤ تو نہیں۔ اور اسی قسم کے سوالات میں اسے پھنسا کر تبدیلی مذہب سے روک دیا جاتا ہے اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اور میں اس امر کو ثابت کر سکتا ہوں۔ غرض اسی قسم کے کئی رخنے ہیں۔ جو قانون مذہب میں موجود ہیں۔ اور جن کے ذریعہ سے مذہبی آزادی کو نہایت محدود کیا جا سکتا ہے۔ پس نہرو رپورٹ مسلمانوں کے مطالبات کو اس جہت سے بھی قطعاً پورا نہیں کرتی۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں وہ اس مطالبہ کے بالکل الٹ جاتی ہے۔ وہ مذکورہ بالا عنوان کے بارہویں مادہ میں کہتی ہے۔ کہ

"کوئی شخص جو ایسے سکول میں تعلیم پا رہا ہو جسے گورنمنٹ امداد حاصل ہو یا پبلک کے روپیہ سے کسی اور طرح فائدہ اٹھا رہا ہو۔ اسے ایسی مذہبی تعلیم کے حصول پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ جو سکول میں دی جاتی ہو"

اس مادہ کے ساتھ ذرہ اس امر کو بھی ملا لو۔ کہ ہندوستان کی آئندہ گورنمنٹ اگر یہ قانون بھی پاس کر دے کہ کوئی پرائیویٹ سکول جو گورنمنٹ ایڈ لیکر گورنمنٹ کے قانون کا پابند نہ ہو منظور نہیں کیا جا سکتا۔ تو اس قانون کے پاس ہونے میں قانون اساسی ہرگز روک نہیں بن سکتا۔ اور اگر ایسا قانون پاس ہو جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے۔ کہ آہستہ آہستہ مسلمانوں کو ان کے مذہب سے بالکل بیگانہ کر دیا جائے۔ ہر مذہب اور ہر مذہبی سکول کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنے ہم مذہبوں پر مذہبی تعلیم کے لئے زور دے سکے۔ اور یہ جبر نہیں ہے۔ جبر یہ ہے۔ کہ انسان دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذہب کی تعلیم پر مجبور کرے۔ پس یہ قانون کئی رنگ میں مسلمانوں کو مذہبی تعلیم سے روکنے کا موجب بنایا جا سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ ہندوؤں پر بھی اس کا یکساں اثر پڑیگا۔ مذاہب کی کامل ناواقفیت پر دلالت کریگا۔ کیونکہ اسلام ایک مقررہ حدود والا مذہب ہے۔ جس کے جاننے کے لئے باقاعدہ تعلیم کی ضرورت ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہندو مذہب ایک سیاسی مذہب ہے اور وید اور اس کی تعلیم سے بالکل بے بہرہ شخص اپنے پاس سے کچھ خیال تجویز کر سکتا ہے۔ اور پھر اسی طرح ہندو کہلا سکتا ہے جس طرح ویدوں کا سب سے بڑا عالم۔

۷۔ ساتواں مطالبہ یہ کہ وہ سوالات جو قومی بے اعتباری سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور جن کا حل کرنا اقلیتوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ انہیں قانون اساسی میں اسی طرح داخل کیا جائے۔ کہ [illegible] میں نہیں جانتا کہ ہماری جماعت کے سوا کسی اور جماعت کی طرف سے بھی یہ مطالبہ پیش ہوا ہے۔ یا نہیں۔ مگر یہ ہر حال یہ اہم ترین مطالبات میں سے ہے۔ اور اس کی طرف بھی نہرو کمیٹی نے توجہ نہیں کی۔ اس مطالبہ کی طرف ایک رنگ میں لکھنؤ پیکٹ میں اشارہ ضرور تھا۔ مگر وہ مطالبہ قانونی زبان میں نہ تھا مبہم الفاظ میں تھا۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے۔ کہ سات مطالبات میں سے جو مسلمانوں کی طرف سے ہوئے ہیں۔ ایک مطالبہ بھی ایسا نہیں۔ جسے نہرو کمیٹی نے پورے طور پر منظور کر لیا ہو۔ بلکہ بعض کو بالکل رد کر دیا ہے۔ اور بعض کو ناقص طور پر قبول کیا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ نقص ہمیشہ اسی حصہ میں واقع ہوا ہے جس سے اس مطالبہ کی اصل غرض فوت ہو جاتی ہے۔ اور اس کا قبول کرنا نہ کرنا برابر ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ جب نہرو کمیٹی نے ان شرطوں کو بھی رد کر دیا ہے۔ جن کو مسلمانوں میں سے نرم سے نرم جماعت نے آخری شرطیں قرار دیا تھا۔ تو کیا ایسا فیصلہ انصاف کا فیصلہ کہلا سکتا ہے۔ اور کیا اسے قبول کر کے مسلمان ہندوستان میں امن سے رہ سکتے ہیں؟ جہانتک میں نے غور کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اور میں اگلے حصۂ مضمون میں اسی پر بحث کرنی چاہتا ہوں۔ اور اپنے مضمون کو کئی سوالوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ تا کہ اچھی طرح ہر ایک شخص کی سمجھ میں آ سکے۔

## ۱۔ کیا تفاصیل کو آزاد حکومت کے حصول تک ملتوی نہیں کیا جا سکتا

پیشتر اس کے کہ میں اس امر پر بحث کروں۔ کہ مسلمانوں کے مطالبات کہاں تک ضروری اور جائز ہیں میں ایک خطرناک وہم کو دور کرنا چاہتا ہوں۔ جو مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہے اور جس کی وجہ سے میں ڈرتا ہوں۔ کہ وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس کے بعد واپس لوٹنا ناممکن ہوگا۔ اور پچھتانے اور نادم ہونے سے کچھ نہیں بنیگا۔ اور وہ وہم یہ ہے۔ کہ اب جو کچھ بھی فیصلہ ہونا ہے۔ ہو جائے۔ بعد میں اگر اسمیں نقص معلوم ہوگا۔ تو موجودہ فیصلہ کو بدل دیا جائیگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اکثر مسلمانوں کے دل میں یہی احساس ہے۔ اور اس احساس کی وجہ سے ایک غلط اور میرے نزدیک خطرناک احساس حفاظت ان کے دلوں میں پیدا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ اس فیصلہ کو جو آج سوا راج کے متعلق ہوگا۔ بدلنا ان کی طاقت سے باہر ہوگا۔ تو پھر وہ کبھی جلدی نہ کریں گے۔ اور اس ہزاروں خطرات سے پر قدم کے اٹھانے سے پہلے وہ لاکھوں قسم کے سوالات کو حل کرنا چاہیں گے۔ اور بیسیوں راستے واپسی کے سوچیں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض لوگوں نے دانستہ یا نادانستہ انہیں یہ یقین دلا دیا ہے کہ اگر اس فیصلہ میں کوئی نقص ہوگا۔ تو اسے بعد میں بدلا جا سکتا ہے۔ اور اس وجہ سے مسلمان یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ صرف ایک تجربہ ہوگا۔ اگر اس میں نقص نظر آئے گا۔ تو ہم اور تدبیر سوچیں گے۔ [illegible] واضح کر کے سمجھا دینا چاہتا ہوں کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس

آج جو قدم وہ اٹھائینگے۔ اگر اس میں غلطی ہوگی۔ تو الٹے پاؤں لوٹنا ان کے اختیار میں نہیں ہوگا۔ بلکہ جن امور کا مطالبہ انہوں نے کیا ہے اگر وہ آج انہیں منوانا چاہیں تو بہت زیادہ آسان ہی لیکن سوراج کے ملنے کے بعد ان مطالبات کا منوانا بالکل ناممکن ہوگا ؛

## ڈومینین سلف گورنمنٹ کیا ہے

مسلمانوں کو یہ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ جس امر کا مطالبہ نہرو کمیٹی نے کیا ہے۔ اور جس امر کا مطالبہ آج قریباً ہر ایک ہندوستانی کر رہا ہے۔ وہ ڈومینین سلف گورنمنٹ ہے۔ یعنی نیم آزاد حکومت۔ یہ نیم آزاد حکومت کیا شے ہے۔ اس کا سمجھ لینا ان کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے سمجھ لینے کے بغیر انہیں معلوم نہ ہو سکیگا۔ کہ وہ اس وقت اپنے مطالبات پر زور نہ دیکر اپنی اور اپنی اولادوں کا خون کر رہے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ وہ خود اسلام کی جڑوں پر تبر رکھ رہے ہیں۔ اور ہندوستان میں سپین کی تباہی کی داغ بیل ڈال رہے ہیں۔ عیاذاً باللہ

ڈومینین سلف گورنمنٹ ایک تازہ اصطلاح ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی آزاد حکومت جس قسم کی حکومت کہ کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ سوتھ افریقہ۔ نیوزیلینڈ کو حاصل تھی۔ اور اب پانچ سال سے جنوبی آئرلینڈ کو بھی حاصل ہے۔ مختلف بحثوں جھگڑوں اور سمجھوتوں کے بعد جنگ کے زمانہ تک برطانوی گورنمنٹ سے ڈومینینز کو مندرجہ ذیل اختیارات حاصل ہو چکے تھے۔

اول۔ برطانوی پارلیمنٹ کوئی ایسا قانون نہ بنائیگی جو کسی ڈومینین کے اندرونی نظم ونسق سے تعلق رکھتا ہو۔ بلکہ اس ڈومینین کو پورا حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ اپنے اندرونی معاملات کے متعلق خود قانون بنائے۔ برطانوی گورنمنٹ کی پریوی کونسل کے پاس اپیل کرنے کا حق اگر کوئی ڈومینین چاہے۔ تو اپنے اہل وطن سے چھین سکتی ہے۔ یعنی اس ڈومینین کے ججوں کے فیصلہ کو آخری فیصلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہر ڈومینین اپنے ملک کی حفاظت کے لئے خشکی یا تری کی فوج رکھ سکتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک ڈومینین اپنے قانون اساسی کو اپنی پارلیمنٹ کے فیصلہ سے بھی بدل سکتی ہے۔ گو وہ قانون اساسی برطانوی پارلیمنٹ کا ہی پاس کردہ ہو۔ ڈومینین گورنمنٹ کے پاس کردہ قوانین پر گو برطانوی حکومت کو ویٹو کا حق حاصل ہے۔ لیکن وہ حق استعمال نہیں کیا جائیگا۔ جب تک کہ کوئی ایسا معاملہ نہ ہو۔ جو صرف اس ڈومینین سے تعلق نہ رکھتا ہو بلکہ برطانوی حکومت کے دوسرے حصوں پر بھی موثر ہو۔ چنانچہ ۱۹۱۱ء کی امپیریل کانفرنس میں یہ فیصلہ کر دیا گیا تھا۔ کہ ڈومینین حکومت کے متعلق آئندہ برطانوی پالیسی یہ ہوگی کہ وہ ڈومینین کو پوری بغیر حد بندیوں کے اور کامل مقامی آزاد گورنمنٹ دیگی۔ اور اس وقت تک دخل نہ دیگی۔ جب تک کہ ڈومینین کوئی ایسا فعل نہ کرے جو برطانوی حکومت سے اس کے وفادارانہ تعلقات کے خلاف ہو۔ (لاآف کانسٹی چیوشن مصنفہ اے وی ڈائسی)

لیکن اس عرصہ میں اور تغیرات پیدا ہو گئے ہیں۔ اور ان کے مطابق ڈومینینز کو اور بھی زیادہ اختیارات مل چکے ہیں۔ اور گو اب بھی رسمی طور پر برطانوی حکومت کو ڈومینینز کے قوانین کے متعلق ویٹو کا اختیار حاصل ہے۔ لیکن عملاً اس کو کلی طور پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۲ء میں کوئنز لینڈ میں ایک قانون پاس کیا گیا جس کے خلاف وہاں کے زمینداروں نے بھی اور برطانیہ کے زمینداروں نے بھی شور مچایا کہ یہ قانون قانون اساسی کے خلاف ہے۔ اور اس کے معنے صرف یہ ہیں۔ کہ گورنمنٹ زبردستی زمینداروں کی زمینیں چھین لے۔ لیکن برطانوی گورنمنٹ نے دخل دینے سے انکار کر دیا۔ کہ ہم ڈومینینز کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دے سکتے صرف ایک امر کا ڈومینینز کو اختیار حاصل نہیں اور وہ ان کا اپنی علاقہ کو بڑھانے اور گھٹانے کا سوال ہے۔ اس معاملہ میں وہ برطانیہ کی مرضی کی پابند ہیں۔

بیرونی تعلقات کے لحاظ سے بھی جنگ کے بعد سے ڈومینیز کو بہت آزادی حاصل ہو چکی ہے۔ وہ اپنے طور پر مگر بعد اجازت برطانیہ کے دوسری حکومتوں سے معاہدہ بھی کر سکتی ہیں۔ اور ۱۹۲۱ء میں جنوبی آئرلینڈ سے معاہدہ کرتے وقت برطانیہ نے سب ڈومینیز کا حق تسلیم کر لیا ہے۔ کہ وہ صرف اسی صورت میں جنگ میں برطانیہ کا ساتھ دینے پر مجبور ہونگی۔ جبکہ برطانیہ پر کوئی اور حکومت حملہ آور ہو ورنہ اگر برطانیہ کسی اور حکومت سے جنگ کرے تو لازمی نہیں۔ کہ وہ اس جنگ میں شریک ہوں۔ بلکہ ان کی پارلیمنٹوں کو اختیار ہوگا کہ وہ خواہ عملی طور پر جنگ میں شریک ہونے کا فیصلہ کریں خواہ علیحدہ رہنے کا۔ معاہدات کے متعلق بھی تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اگر ڈومینیز سے کسی معاہدہ کے متعلق مشورہ نہ کیا جائیگا۔ اور ان کی طرف سے اس معاہدہ پر دستخط نہ ہوں گے تو ڈومینیز پر اس معاہدہ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ ۱۹۲۱ء میں مسٹر لوئڈ جارج سابق وزیر اعظم نے امپیریل کانفرنس کے سامنے تقریر کرتے ہوئے اس امر کا اقرار کیا کہ ڈومینیز کو یہ بھی حق ہے۔ کہ جب وہ چاہیں برطانیہ سے علیحدگی کا اعلان کر کے کامل طور پر آزاد ہو جائیں۔ سوتھ افریقہ اور کینیڈا کی حکومتیں بھی اپنے اپنے طور پر اس حق کے حاصل ہونے کا اعلان کر چکی ہیں۔ (انسائکلو پیڈیا برٹینیکا تیرھواں ایڈیشن سپلمنٹری سٹ جلد اول زیر لفظ برٹش امپائر)

اوپر میں نے جو ڈومینیز کی حکومت کے قواعد بتائے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ ڈومینین کی حکومت سے مراد ایک آزاد حکومت ہے صرف اس فرق کے ساتھ کہ فی الحال وہ برطانیہ کے بادشاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتی ہے۔ اور اپنے آپ کو برطانوی حکومت کا جزو تسلیم کر کے اس کی شوکت کو بڑھاتی ہے۔ اور اس کے رسوخ سے خود فائدہ اٹھاتی ہے۔ مگر باوجود اس کے یہ امر اس کی مرضی پر منحصر ہے کہ جب چاہے برطانیہ سے اپنا تعلق توڑ دے۔ دوسرا حد بندی اس کی کامل آزادی پر یہ ہے کہ جب تک وہ جدا نہ ہو وہ اہم خارجی معاملات کے تصفیہ میں برطانوی حکومت کے توسط سے کام لیتی ہے۔ ورنہ اندرونی طور پر وہ پوری طرح مختار ہے۔ وہ نہ صرف عام قوانین اپنے لئے بنا سکتی ہے۔ بلکہ اپنے قانون اساسی کو بھی بدل سکتی ہے

اس قسم کی آزاد حکومت ہے جس کا مطالبہ اس وقت نہرو کمیٹی نے کیا ہے اور اس مطالبہ میں تمام ہندوستان سوائے چند لوگوں کے اس کے ساتھ شامل ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ ایسی آزاد حکومت کے قوانین میں تبدیلی کس طرح ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس وقت ہم نے اسی امر پر غور کرنا ہے کہ اگر موجودہ فیصلہ جو نہرو کمیٹی نے کیا ہے ہمارے موافق نہ ہو تو کیا ہم اسے بدلوا سکیں گے۔ اور اگر بدلوا سکیں گے تو کس طرح ؟ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایسی حکومت میں قوانین کو بدلوانے کے تین ہی طریق ہیں۔ ۱۔ کثرت رائے سے قوانین کو بدلدینا۔ ۲۔ مقابلہ کر کے حکومت کو مجبور کرنا۔ ۳۔ بیرونی حکومتوں کی مدد سے حکومت کو مٹا دینا۔ میں دیکھتا ہوں کہ جو لوگ اس وقت نہرو کمیٹی کے فیصلہ پر متفق ہیں وہ ان تینوں امور میں سے ایک نہ ایک کو اپنے آئندہ دکھوں کا علاج سمجھ رہے ہیں۔ بعض خیال کرتے ہیں کہ اگر وہ حقوق جو ہم نے آج چھوڑ دئے ہیں۔ کل کو ہمارے لئے ضروری معلوم ہوئے تو ہم پھر مجالس قوانین کے ذریعہ سے قوانین کو بدلوالیں گے۔ بعض خیال کرتے ہیں کہ بیشک کونسلوں کے ذریعہ سے تو ہم نہیں بدلوا سکتے۔ لیکن اگر کسی تبدیلی کی ضرورت ہوئی تو ہم مقابلہ کر کے زور سے اپنی مرضی کے مطابق قوانین بدلوالیں گے بعض سمجھتے ہیں کہ ہم میں زور نہیں ہے۔ لیکن ہندوستان کی ہمسایہ حکومتیں مسلمان ہیں۔ ان کی مدد سے ہم ایسی حکومت کو تباہ کر دیں گے۔ جو ہمارے حقوق کے حصول میں روک ڈالے گی۔ اس لئے میں الگ الگ تینوں طریقوں کو لیکر بتاتا ہوں کہ ڈومینین حکومت کے اصول کے مطابق یہ تینوں طریق بظاہر ناممکن ہیں۔ اور ان میں سے ایک کے ذریعہ بھی مسلمان اپنے کھوئے ہوئے حقوق کو واپس نہ لے سکیں گے ؛

## کونسلوں کے ذریعہ مسلمانوں کا مطالبات حاصل کرنا

پہلا امر کہ کونسلوں کے ذریعہ سے مسلمان اپنے مطالبات کو پورا کرلیں گے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمانوں کے جس قدر مطالبات ہیں۔ سب کے سب آئندہ قانون اساسی میں مرکزی حکومت کے سپرد کئے گئے ہیں۔ اور مرکزی حکومت میں نہرو کمیٹی نے مسلمانوں کو موجودہ حق نیابت سے بھی کم حق دیا ہے۔ یعنی صرف چوتھائی۔ پس جبکہ ہمارا موجودہ تجربہ یہ ہے کہ تیس فیصدی حق کے باوجود بھی مسلمان اسمبلی میں اپنی مرضی نہیں منوا سکتے۔ حالانکہ بعض دفعہ وہ گورنمنٹ کے ممبروں سے بھی مل جاتے ہیں۔ تو آئندہ پچیس فیصدی ممبروں کے ساتھ وہ کیا کچھ کر سکیں گے۔ اور خصوصاً جبکہ انگریز ممبروں کا عنصر آزاد حکومت میں سے بالکل مٹ جائیگا اور پھر خصوصاً جبکہ سوال کسی عام پالیسی کا نہ ہوگا۔ بلکہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کی طاقت موجودہ قوانین کیوجہ سے کمزور ہے۔ ان کو طاقتور کرنے کیلئے قوانین میں تبدیلی کرنی چاہیئے۔ اور ان کے پرانے مطالبات کو پورا کر دینا چاہیئے۔ کیا کوئی عقلمند ایک منٹ کیلئے بھی تسلیم کر سکتا ہے۔ کہ اس سوال کے پیش ہونے پر ایک ہندو بھی مسلمانوں کے حق میں ووٹ دیگا۔ اور کیا کوئی عقلمند بھی اس امر کو تسلیم کر سکتا ہے کہ اس صورت میں پچیس فیصدی ممبر پچھتر فیصدی ممبروں کی رائے کے خلاف قانون پاس کرالیں گے۔ اور پھر جب ہم یہ دیکھیں کہ جس قانون کی تبدیلی کا سوال ہوگا وہ قانون اساسی ہے نہ کہ عام قوانین اور قوانین اساسی کی تبدیلی اور بھی زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ نہرو کمیٹی نے اپنی رپورٹ کے صفحہ ۱۲۳ پر قانون اساسی کے بدلنے کا مندرجہ ذیل طریق پیش کیا ہے۔

۔۔۔ پارلیمنٹ بنا قانون بنا کر قانون اساسی کی جس دفعہ کو چاہے۔ منسوخ یا تبدیل کر سکتی ہے۔ مگر شرط یہ ہوگی۔ کہ وہ بل جس میں قانون اساسی کی تبدیلی کا سوال اٹھایا گیا ہو وہ پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کی مشترکہ میٹنگ میں پاس ہوا ہو۔ اس طرح کہ تیسری دفعہ ووٹ لیتے وقت دونوں مجالس کے ممبروں کی کل تعداد میں سے کم سے کم دو تہائی ممبر دونوں مجالس کے اس کے پاس کرنے پر متفق ہوں"

اس قاعدہ کی رو سے مسلمانوں کو اگر محسوس ہو۔ کہ انہوں نے نہرو کمیٹی کی رائے کے قبول کرنے میں غلطی کی ہے۔ اور اپنے مطالبات کے چھوڑنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے۔ تو انہیں موجودہ مطالبات پورا کرانے کے لئے نہ صرف یہ ضروری ہوگا۔ کہ ان کا ہر ایک ممبر اس وقت مجلس میں موجود ہو۔ اور ان کے پیش کردہ مسودہ کی تائید کرے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہوگا۔ کہ ہندو ممبروں کی کل تعداد میں سے بھی بیالیس فیصدی یعنی دو سو چونتیس ممبران کی تائید میں ہوں۔ کیا کوئی نیم مجنون بھی یہ امید کر سکتا ہے۔ کہ ایک ایسے مسودہ کی تائید جس کا مسلمانوں کو فائدہ پہونچتا ہو اور جس کی وجہ سے ہندوؤں کو اپنے بعض غصب کئے ہوئے حقوق واپس کر دینے پڑتے ہوں۔ اس قدر ہندو ممبر کسی وقت بھی کرنے کے لئے تیار ہونگے۔ اور یہ اندازہ بھی درحقیقت تھوڑا ہے۔ کیونکہ یہ فرض کر لینا کہ کوئی وقت ایسا آئیگا۔ کہ سب کے سب پارلیمنٹ کے ممبر جمع ہو جائینگے درست ہی نہیں۔ یورپ کی پارلیمنٹوں میں بھی ایسا نہیں ہوتا۔ سات سو کی تعداد میں سے کچھ بیمار ہونگے۔ بعض کے رشتہ دار بیمار ہونگے بعض کو ایسے کام پیش آجائیں گے۔ جن کو چھوڑ کر وہ نہ آسکیں گے پس بیس فیصدی ممبروں کو غیر حاضر فرض کر لینا چاہیئے۔ اور اس صورت میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے حاضر الوقت ممبروں میں سے ساٹھ فیصدی ممبروں کی تائید کی ضرورت ہوگی۔ میں پھر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا کوئی مسلمان خواہ اس وقت وہ کس قدر ہی نہرو کمیٹی کی تائید میں ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ آج سے دس سال کے بعد اگر معلوم ہوا۔ کہ مسلمانوں کے لئے مخلوط انتخاب مضر ثابت ہوا ہے۔ جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہونگے۔ کہ ہندو اپنی تعداد سے زیادہ ممبریاں لے جاتے ہیں۔ یا ایسے مسلمان ممبر بھیجدیتے ہیں۔ جو بجائے مسلمانوں کے فائدہ کے ہندوؤں کا فائدہ کریں۔ تو اس وقت خود ہندوؤں میں سے ۶۰ فیصدی ممبر پارلیمنٹ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس بات پر ووٹ دینگے۔ کہ ہندوؤں کو اس فائدہ سے روکا جائے۔ اور مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق دیدیا جائے۔ یا یہ کہ صوبہ جات کو اندرونی معاملات میں آزاد حکومت دیدی جائے۔ اگر نہیں اور ہر عقلمند کہیگا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو میں پوچھتا ہوں۔ کہ جب بعد میں اپنے حقوق واپس لینے ناممکن ہونگے۔ تو کیوں ابھی انکے حصول پر زور نہ دیا جائے

## زور سے اپنے مطالبات پورے کرانا

دوسری صورت یہ ہے۔ کہ مسلمان زور سے اپنے حقوق لے لیں اس کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا مسلمان اپنے اندر وہ زور محسوس کرتے ہیں؟ اس وقت انگریز اس ملک پر حاکم ہیں۔ اور وہ چونکہ غیر ملک کے باشندے ہیں۔ ان کی تعداد یہاں صرف چند لاکھ ہے ہندو مسلمان دونوں ان سے حکومت واپس لینے پر متفق ہیں۔ مگر کیا باوجود اس کے ہمارا زور اس حد تک کارآمد ہوا ہے۔ کہ فوراً حکومت کو بدل دیں اگر ایسا نہیں ہوا۔ تو پھر اس وقت جبکہ ہندوستان کی حکومت ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور اس حکومت کی پہلی شکل کو قائم رکھنے کا فائدہ چند لاکھ نہیں۔ بلکہ چھبیس کروڑ آدمیوں کو پہونچتا ہوگا۔ کیا مسلمان کسی قسم کا زور دکھا سکیں گے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ فوج مرکزی حکومت کے قبضہ میں ہوگی۔ اور یہ خیال کرنا۔ کہ مسلمان سپاہی اس گورنمنٹ کو چھوڑ کر جس کے وہ تنخواہ دار ہونگے۔ مسلمانوں کا ساتھ دینگے۔ ایک بعید از قیاس امر ہے۔ اب بھی دیکھ لو۔ کہ وہ برطانوی حکومت کا ساتھ دیتے ہیں۔ یا ہندوستانیوں کا۔ سپاہی کی امتحان ہی وفاداری کے جذبات پر ہوتی ہے۔ اور وہ حکومت کی مخالفت کا ارتکاب کرنے کے لئے جلد تیار نہیں ہوتا۔ نیز آج کل فوج کا نظام ایسا ہے۔ کہ کوئی حصہ بغاوت نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی حصہ فوج کا اپنی ذات میں مکمل نہیں ہوتا۔ بلکہ چھ سات قسم کی فوج ہوتی ہے۔ جو جنگ کے وقت ایک دوسرے کی محتاج ہوتی ہے اور ہر حصہ جانتا ہے۔ کہ اگر میں علیحدہ ہو جاؤں۔ تو خود تباہ ہو جاؤنگا۔ علاوہ ازیں ہوائی جہاز اور ٹینک اور نئی قسم کی توپوں نے اب جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا ہے۔ ایک جہاز ایک علاقہ کو نقصان پہونچا سکتا ہے ایک ٹینک ایک فوج کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ غرض اب جنگ آلات جنگ پر منحصر ہے۔ نہ کہ انسانی طاقت اور شجاعت پر۔ اور اس وجہ سے بہادری اور قربانی بغیر آلات جنگ کے وہ نفع نہیں پہونچا سکتی۔ جو آج سے پہلے پہنچا سکتی تھی۔ اسی وجہ سے آج کل جن ملکوں میں بغاوت ہوتی ہے۔ وہ ایک حصہ رعایا کی بغاوت نہیں ہوتی۔ بلکہ سب ملک کی بغاوت ہوتی ہے لوگ اندر ہی اندر سب ملک کو اکساتے ہیں۔ اور فوج اور حکام اور عام یکدم مقابلہ کرتی ہے۔ اور صرف چند اعلیٰ افسر مقابلہ پر رہ جاتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں یہ صورت مسلمانوں کے لئے کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اکثر حصہ آبادی کا ہندو ہے۔ اور لامحالہ ان کو ہندو گورنمنٹ سے ہی ہمدردی ہوگی۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کو اس امر کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ ہندو قوم بنئے کا ہی نام نہیں۔ پنجاب کے مسلمان عام طور پر اسی وہم میں مبتلا ہیں کہ ان بنیوں نے ہمارا کیا مقابلہ کرنا ہے۔ حالانکہ سکھ بھی تمدنی لحاظ سے ہندوؤں میں شامل ہیں۔ گو مذہباً وہ ان سے دور اور مسلمانوں کے قریب ہیں۔ دوسرے بعض سیاسی حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ جب تک کوئی خاص دل و دماغ کا لیڈر پیدا نہ ہو۔ سکھ سیاستاً بھی ہندوؤں سے ملنے پر مجبور ہونگے۔ کیونکہ سکھ صرف پنجاب میں ہیں۔ اور یہاں انہیں ویسی ہی اہمیت حاصل ہے۔ جو تمام ہندوستان میں مسلمانوں کو حاصل ہے۔ لیکن پنجاب کے مخصوص حالات کے ماتحت کہ یہاں کی اکثریت جو مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ بہت تھوڑی ہے۔ انہیں خاص حقوق نہیں دئیے جا سکتے۔ اور ان کی اس خواہش کے پورا ہونے میں روک مسلمان ہیں۔ پس وہ ان حالات سے مجبور ہیں۔ کہ ہندوؤں سے سمجھوتہ کریں۔ اسی وجہ سے باوجود مسلمانوں کی کوشش کے اور گوردواروں کے معاملہ میں ہندو قوم سے مقابلہ کے سکھ ہندوؤں سے زیادہ ساز باز رکھتے ہیں۔ سکھوں کے علاوہ خالص ہندو اقوام جو لڑنے کی قابل ہیں۔ ہندو جاٹ۔ ہندو راجپوت۔ ڈوگرے۔ پوربی۔ مرہٹے۔ اور جنوبی ہندی بعض اقوام ہیں۔ گورکھے گو مذہباً بدھ ہیں۔ مگر وہ اپنے آپ کو ہندو مذہب کا حصہ سمجھتے ہیں۔ پس یہ خیال کر لینا۔ کہ ہندوؤں میں طاقت کہاں سے آئی۔ ایک وہم اور ایک دل خوش کن لیکن تباہ کرنے والے خیال سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ مسلمان اس امر پر بھول رہے ہیں۔ کہ اس وقت فوجوں میں مسلمانوں کا عنصر زیادہ ہے۔ حالانکہ یہ انگریزوں کی پالیسی ہے۔ ایک ایسے ملک میں۔ کہ جس میں ہندو آبادی زیادہ ہے۔ اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کیلئے انگریزوں کی مصلحت یہی ہونی چاہیئے۔ کہ وہ قلیل التعداد جماعتوں کو انکی نسبت سے زیادہ فوج میں بھرتی کریں لیکن ایک آزاد ہندوستان میں یہ ضرورت نہ رہیگی۔ بلکہ اسکے برخلاف اکثریت کو یہ خیال ہوگا کہ اپنی طاقت کو مضبوط کرنے کیلئے اپنے ہم مذہبوں کی فوج کو بھرتی کریں۔ سکھ۔ ڈوگرے۔ راجپوت۔ جاٹ۔ مرہٹے۔ گورکھے۔ پوربی اور جنوبی ہند کی اقوام کو ملا کر کم سے کم پانچ چھ کروڑ کی آبادی ہے جس میں سے فوج بآسانی بھرتی کی جا سکتی ہے۔ پس یہ خیال کہ ہم زور سے منوا لینگے۔ ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ جسے جسقدر جلد دل سے نکالا جائے۔ اسی قدر اچھا ہے

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم عدم تعاون سے کام لینگے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ عدم تعاون بڑی جماعت چھوٹی جماعت کے مقابلہ میں استعمال کر سکتی ہے۔ نہ کہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت کے مقابلہ میں۔ تھوڑے سے لوگ اور خصوصاً وہ لوگ جن کے کام پر ملک کا تمدن یا ملک کی سیاست قائم نہیں۔ بہتوں کے مقابلہ میں کر کیا سکتے ہیں۔ بردولی میں ہندوستانیوں کو کیا طاقت حاصل تھی۔ یہی کہ ملک ان کے ساتھ تھا۔ انگریز اپنے ملک سے آکر ہندوستان کی زمینداریاں خرید نہیں سکتے تھے۔ لیکن اگر کسی وقت ہندو مسلمان کا مقابلہ ہو۔ تو ہندوؤں کو وہ دقت نہ ہوگی۔ جو انگریزوں کو ہے۔ انکے پاس ایک ایک مسلمان کے مقابلہ میں تین تین ہندو موجود ہونگے۔ پس عدم تعاون سے مقابلہ کا خیال بھی بالکل دور از قیاس ہے۔

## بیرونی ممالک کی امداد سے مطالبات حاصل کرنا

تیسری صورت یہ ہے۔ کہ بیرونی ملکوں سے مل کر مسلمان اپنے حقوق واپس لیں۔ مگر یہ بھی ممکن نہ ہوگا۔ کیونکہ اول تو دوسرے ملکوں کو کیا مصیبت پڑی ہے۔ کہ ان کی خاطر ایک زبردست ہمسایہ طاقت سے لڑیں۔ کیا اس سے پہلے قریب کے زمانہ میں کسی اسلامی حکومت نے بھی دوسری اسلامی حکومت کی مدد کی ہے۔ کہ ہندوستان کی رعایا کی مدد کرنے کیلئے پاس کی حکومتیں آجائینگی۔ دوسرے یہ خیال کہ اگر کوئی حکومت باہر سے آئیگی۔ تو وہ صرف مسلمانوں کو حق دیکر واپس چلی جائیگی۔ اور صرف اس کام کیلئے لاکھوں جانوں اور اربوں روپیہ کا نقصان قبول کریگی۔ ایک مجنونانہ خیال ہے۔ جو باہر سے حملہ کریگا وہ یا سب مفتوحہ ملک کا مطالبہ کریگا۔ یا ایک حصہ کا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس خیال کے خلاف خود مسلمانوں کا ہی ایک حصہ کھڑا ہو جائیگا۔ اور وہ بیرونی لوگوں کو اپنے ملک میں گھسنے دینے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ اگر بفرض محال کوئی بیرونی قوم اس امر کے لئے تیار ہو بھی۔ تو ہندوستان جیسے وسیع ملک کا مقابلہ اور پھر اس حالت میں کہ وہ جدید آلات حرب کا ذخیرہ رکھتا ہو۔ کونسی قوم کریگی افغانستان کی آبادی ایک کروڑ کے قریب ہے۔ اس سے ڈیوڑھی ایران کی ہے۔ ہندوستان کی آبادی پینتیس کروڑ ہے۔ چوتھے اس امر کو بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہندوستان کو نو آبادی کی حکومت ملنی ہے۔ نہ کہ خود مختار۔ اس لئے ہندوستان پھر بھی برطانوی حکومت کا جزو ہوگا۔ اور ساری برطانوی طاقت ایسے وقت میں ہندوستان کی حفاظت کیلئے جمع ہو جائیگی۔ پس دنیوی سامانوں پر نظر رکھتے ہوئے یہ امر بھی ناممکن ہے۔ اور علاوہ ازیں ایسی امید رکھنی اخلاقی طور پر بھی ایک نہایت بڑا گناہ اور قومی غداری ہے